سوانح

حضرت مسلمِ ابنِ عوسجہ علیہ السلام



مصنّف

زبدۃ العلماء سیّد آغا مہدی لکھنوی

سوانح

حضرت مُسلم ابنِ عوسجہ علیہ السّلام

مصنّف

زبدۃ العلما سیّد آغا مہدی لکھنوی

ناشر

رحمت اللہ بُک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

ہدیہ: [redacted] روپے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

ہزار ہزار درود و سلام پیغمبر خداؐ اور ان کی آلِ اطہارؑ اور شہیدانِ راہِ خدا پہ

چہ گویم از سر و سامان من احوال چوں کاکل
سنیہ بختم پریشاں روزگارم خانہ بر دوشم

دنیا علم دوست اصحاب سے خالی ہوتی جارہی ہے، جو ہیں بھی وہ پراگندہ خاطر آشفتہ مزاج ہیں اور روز بروز مذہب سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس پرآشوب زمانے میں جس مرکز پر میں کام کررہا ہوں، تنِ تنہا ہوں اور اس کوچے کو اب چھوڑنا نہیں چاہتا۔

بحمدہ اس سلسلے میں دس کتابیں پیش کرنے کے بعد کربلا کے بوڑھے مجاہد حضرت **مسلم بن عوسجہؑ** کے سبق آموز حالات پر قلم اٹھاتا ہوں۔ مسلمؒ رسولؐ کے خوش بخت صحابی بھی ہیں اور ان کو کربلا میں شہادت کا شرف بھی حاصل ہے۔ آغاز و انجام دونوں مستحق تبریک ہیں۔

خدانے چاہا تو اس سوانح حیات میں بھی شہید وفا کی قربانی اور جملہ حالات سپردِ قلم کرکے زندگی کے ہر تعلیمی پہلو پر توجہ مبذول کروں گا اور بے خبر دنیا کو معلوم ہو گا کہ مقدس ہستیاں صرف اپنے کردار سے

اقوامِ عالم کے دلوں کو مسخر کر رہی ہیں۔ امید نہ تھی کہ چند در چند علمی مشاغل میں یہ اہم خدمت انجام کو پہنچے گی مگر ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

توقع ہے توفیق ایزدی شامل رہے گی اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ بہت کچھ آگے بڑھے گا۔

والسلام

فقیر بابِ اہل بیت ع
آغا مہدی الرضوی
۱۵ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسلم بن عوسجہؓ

پیدائش ۱۳ صفر ۶ ھ وقت سحر مکہ[1] میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ کو اس مولود کی جتنی بھی مسرت نہ ہو وہ کم ہے۔ کسے خبر تھی کہ مستقبل میں یہ بچہ شہید ہو کر چار دانگ میں شہرت کا حامل ہوگا اور آج جس کی نشو ونما دیار محبوب میں ہو رہی ہے وہ انجام میں کربلا کے جنگل کو بسائے گا۔ شجاعت ووفا نے بخت تابندہ کو یہ دن دکھایا کہ خادم و مخدوم کا برابر سے ساتھ نام لیا جا رہا ہے۔

نام اور کنیت اسلامی اصول کی بنا پر ماں باپ کا فرض ہوتا ہے کہ ساتویں دن بچہ کا مناسب نام اور کنیت قرار دیں۔ آغوش اسلام میں یہ پیدا ہونے والا بچہ مسلم نام سے مشہور ہوا اور کنیت ابو حجل[2] قرار پائی۔ حجل زبان عرب میں چکور کو کہتے ہیں۔ اس قسم کی کنیت عرب میں کثرت سے ہوتی ہے۔ ابو ہریرہ۔ ابن طاؤس۔ ابن عصفور شہرت یافتہ افراد ہیں جو محتاج تعارف نہیں ہیں۔

والدین باپ کا نام عوسجہ تھا۔ "عوسج"[3] عربی میں ایک کانٹے دار پیڑ

---

[1] آئینہ تصوف [2] رجال مامقانی [3] مجمع البحرین

کو کہتے ہیں جس کے پھل عام طور سے گول ہوتے ہیں اور جس درخت میں اس قسم کے بڑے پھل ہوں اس کو غرقد کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا وہ شہرۂ آفاق عصا جو فرعون کے ڈرانے کے لئے اژدہا بنا ہوا تھا اسی درخت کی لکڑی کا تھا اور یہی پہلا[1] درخت ہے جو زمین پر پیدا ہوا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کی مسجد جامع میں خطبہ پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگوں نے باری باری سوالات کیے ان میں ایک شامی بھی تھا اس نے کہا اخبرنی عن اول شجرۃ غرست فی الارض فقال العوسجۃ ومنھا عصیٰ موسیٰ آپ مجھے بتائیں کہ پہلا کون سا پیڑ زمین پر پیدا ہوا، فرمایا عوسجہ اور عصائے موسیٰ اسی سے تیار کیا گیا تھا۔ پیغمبر خداؐ کے معجزات میں آپ کا مضمضہ سوکھے درخت کو شاداب کرنا متواتر واقعہ ہے اور تاریخ میں ان الفاظ میں ہے سرکرت مضمضہ نمود و بر نباتات عوسجہ کہ درخت خیمہ بود برافشاند یہ لفظ پیغمبر خداؐ کی زبان مبارک پر بھی جاری ہوا ہے۔ روز[3] قیامت کے بارے میں رسولؐ محترمؐ کی پیشن گوئی ہے اس میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ تم بروز حشر میرے حوض کوثر سے لوگوں کو ہٹاؤ گے جس طرح پیاسے اونٹ پانی سے ہٹائے جاتے ہیں۔ تمہارے ہاتھ میں درخت عوسج کا عصا ہوگا۔

غالباً درخت کے خاردار ہونے سے یہ فائدہ اٹھایا گیا ہے کہ اسی درخت کا عصا ید اللہ کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ بحکم ایزدی مخالف طبقے کو کوثر کے سرد و خوشگوار پانی تک آنے نہ دیں گے۔

---

[1] مجمع البحرین [2] عیون اخبار رضا [3] ارجح المطالب صفحہ ۵۰۸ و صفحہ ۸۲ بحوالہ مناقب اخطب خوارزم

سلسلہ نسب: مسلم بن عوسجہ بن سعد بن ثعلبہ بن دو دان بن اسد بن خزیمہ اسدی سعدی۔ کئی پشتوں تک ناموں کا محفوظ رہنا خاندانی شرافت اور عزت کی دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمع حسینیت کے پروانے کسی معمولی گھرانے کے افراد نہ تھے بلکہ عرب کے اعلیٰ خانوادے سے ان کا تعلق تھا۔

مصاحبت رسولؐ: شیعہ اہل قلم میں فاضل معاصر محمد طاہر سماوی اور آقائے عبداللہ مامقانی طبقات ابن سعد و واقدی کے حوالے سے ان کو رسولؐ کا صحابی تجویز کرتے ہیں اور سنہ ہجری مکہ میں پیدا ہونے کا تقاضہ بھی تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہو۔ مگر افسوس ہے کہ طبقات ابن سعد کی جلدیں میری نظر سے نہیں گزریں۔ ان کی صحابیت کا کوئی ثبوت نظر قاصر سے نہیں گزرا۔ عزالدین ابی الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم ابن اثیر جذری نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم میں ایک روایات عوسجہ بن مسلم کی نقل کی ہے جس کو موضوع سے کوئی تعلق نہیں لیکن مقاتل میں بیشتر اہل قلم نے ان کو صحابی رسولؐ مانا ہے۔

اوصاف و خصوصیات: حالات زندگی کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمؒ علم و عمل میں ممتاز تھے ان کے ذاتی اوصاف اور جسمانی کمالات میں پیغمبر خداؐ کی خدمت میں باریابی اور صحابیت، حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اخوت، حافظ قرآن ہونا، میدان کربلا میں شجاعت و بہادری، شہادت، وہ صفتیں ہیں جو سوانح حیات میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ حاجی شیخ عبداللہ مامقانی المتوفی ۱۳۵۱ھ اپنے رجال کبیر میں لکھتے ہیں۔ "وکان صحابیا ممن رای النبی وکان رجلا شجاعا لہ ذکر فی المغازی والفتوح الاسلامیہ ونفس

علی ذلک ابن سعد فی محکی طبقاتہ دعن العسقلانی انہ کان رجلا شریفا سریا عابدا قارئا متنسکا استشہد مع الحسین بطف کربلا اقول جلالۃ الرجل وعدالتہ وقوۃ ایمانہ وشدۃ تقواہ مما تکل الاقلام عن تحریرہا وتعجز الالسن عن تقریرہا۔“

(ماحصل مضمون) مسلمؒ رسولؐ کے صحابی اور ان لوگوں میں تھے جنھوں نے جمال نبوتؐ دیکھا تھا۔ وہ بڑے بہادر مرد تھے لڑائیوں اور اسلامی فتوحات میں ان کا نام لیا جاتا ہے۔ ابن سعد نے اپنے طبقات میں اس بات کا اقرار کیا ہے اور عسقلانی کا بیان ہے کہ وہ مرد شریف ایک گروہ کے سردار، عبادت گذار۔ حافظ قرآن اور دنیا سے کنارہ کش تھے۔ واقعہ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس مرد کی جلالت قدر اور عدالت اور طاقت ایمان اور پرہیزگاری اس پیمانہ پر تھی کہ قلم لکھنے سے قاصر اور زبان دہرانے سے عاجز ہے۔

تلاوت قرآن:۔ مسلم بن عوسجہؒ حافظ قرآن تھے۔ اور علم قرآن میں ان کی یہ خصوصیت تھی کہ قرآن ناطق حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو کئی مرتبہ قرآن سنا چکے تھے۔ علامہ برغانی ان کے حال میں لکھتے ہیں۔ مسلم بن عوسجہؒ کہ از اکابر زہاد وعلماء بود بروایتے چند دفعہ قرآن را نزد حضرت امیرالمومنینؑ گذرا نیدہ بود (مخزن البکاء) اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تاویل و تنزیل کے ماہر اور علم تجوید کی باریکیوں سے باخبر تھے۔

تعلیم قرآن اور آداب تلاوت ایک مستقل مبحث ہے جس پر

۱؎ تنقیح المقال صفحہ ۲۱۴ جلد سوئم چھاپ نجف اشرف ۱۳۵۲ھ

طولانی تبصرہ منظور نہیں ہے لیکن یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید کا ہر تلاوت کرنے والا ماجور و مثاب نہیں ہے بلکہ مستحق ثواب وہ ہے جو بہ نیتِ اخلاص قرآن پڑھے۔ اس مقصد کی ادائیگی میں معصومین علیہم السلام نے جو نصیحت فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ تلاوت قرآن کرنے والے تین (طبقے) ہیں کچھ قاری وہ ہیں جو اس لئے قرآن پڑھتے ہیں کہ بادشاہوں سے تقرب حاصل ہو اور (عوام پر) فخر کریں یہ گروہ اہل جہنم میں سے ہے۔ اور ایک گروہ وہ ہے جس نے صوری حفاظت تو کی اور معنی کو ضائع کر دیا، یہ بھی اہل دوزخ سے ہیں۔ اور ایک جماعت وہ ہے جو تلاوت قرآن چھپا کر کرتی ہے اور محکمات پر اس کا عمل ہے اور متشابہات پر ایمان لائی ہے اور واجبات پر کاربند ہے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتی ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس کو خدا نے فتنہ ضلالت سے نکال لیا ہے اور یہی وہ گروہ اہل بہشت سے ہے اور جس کو چاہے گا اس کی شفاعت کرے گا۔ مسلم بن عوسجہ رح ایسے ہی قاریوں میں سے تھے جن کے پرخلوص عمل سے اجر و ثواب وابستہ ہے۔ ان کی علم بالقرآن میں یقیناً یہ بات امتیازی ہے کہ معصوم علیہ السلام نے سند اعزاز عطا فرمائی اور فرزند عوسجہ رح نے ایک امام کو تلاوت پر گواہ کیا۔

جو ہم سے بلند رو تھے یہ رویہ تو ان کا تھا اب رہی ہماری حالت، اول تو ہم سے قرآن مجید پڑھا نہیں جاتا اور اگر کوئی خوش نصیب طالب علم قرآن پڑھ بھی گیا تو حروف کو مخارج سے ادا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ فن تجوید ایک مستقل علم ہے جو حاصل کئے بغیر نہیں آتا۔ اس سے توجہی کی تمام ذمہ داری

سہ خصال ابن بابویہ جلد ۱ صفحہ چاپ ایران

ماں باپ پر عائد ہوتی ہے جو اولاد کو دینی تعلیم سے بے بہرہ رکھتے ہیں اگر کسی طفل نے والدین کے حسن توجہ سے اس منزل کو طے کر لیا تو اس کا یہ بھی فریضہ ہے کہ تعلیم کے بعد کسی عالم کو قرآن سناد ے۔

بعض اوقات پڑھے لکھے لوگ تلاوت میں غلطی کر جاتے ہیں اور اس لغزش کا راز بے توجہی ہوتا ہے۔ اگر لفظ لفظ پر غور کریں تو ایسا نہ ہو چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں جو غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور پچاس فیصدی تلاوت کرنے والے صحیح نہیں پڑھتے۔

(۱) وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ پ۲ ع ۱۷ قرآن مجید میں جہاں جہاں داود کی لفظ ہے ہمزہ کے بجائے داوٗ استعمال ہوا ہے اور زبان زد ہمزہ ہے لہٰذا ہر مقام پر ہمزہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّامَّا تَدْعُوا۔ پ۱۵ ع ۱۲ بعض لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ آیا ما ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۳) بِئْسَ الاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج پ۲۶ ع ۱۴ سین اوّل کو لام میں ملانا درست نہیں ہے بلکہ لام کو سین دوم میں ملانا چاہیے۔

(۴) وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلَاهُ پ۱۴ ع ۱۶ اردو داں میں پڑھنے والے کاف کو زبر کے بجائے پیش پڑھتے ہیں، جو غلط ہے۔

زہد و ورع:۔ مسلم بن عوسجہ کوفہ کے زاہدوں میں نامور سمجھے جاتے تھے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ان کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں "مسلم بن عوسجہ رح کہ از اکابر زہاد و علماء و بزرگان اصحاب سید الشہدا بود" (جلاء العیون فارسی

اس مختصر تعریف کا وزن اس وقت معلوم ہوتا ہے جب زہد کے معانی ملحوظ خاطر ہوں۔ زہد کے معنی[1] لغت میں کسی شئے کی طرف رغبت نہ ہونے سے میلان نہ کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں لذائذِ دنیا کے دشمن رکھنے والوں کو زاہد کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ زاہد اس کو کہتے ہیں جو آخرت کی حصولیابی کے لئے راحت دنیا کو خیرباد کہے۔

اور امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ زہد کے دس درجے ہیں جو زہد کا اعلیٰ درجہ ہے وہ ورع کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے اور جو ورع کا اعلیٰ درجہ ہے وہ یقین کا سب سے پست درجہ ہے اور یقین کا سب سے بڑا درجہ منزل رضا کا ادنیٰ درجہ ہے۔

شرف اخوت:۔ فاضل برغانی حضرت مسلم بن عوسجہؒ کی قربانی کے سلسلے میں حسب ذیل الفاظ میں ان کا تعارف کراتے ہیں

حضرت امیر المومنینؑ او را برادر خواندہ بود و از شجاعان مشہور بود (مخزن البکا) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوم مواخات اپنے عمل سے بتایا کہ ایک مسلمان صرف اسی کو بھائی قرار دے سکتا ہے جو اس کے کردار اور مذہبی زندگی میں شریک ہو مثلاً ابوذرؓ و سلمانؓ میں اخوت۔ یہ معلوم ہے کہ سلمانؓ ایمان کے دسویں درجہ پر فائز تھے اور ابوذرؓ میں یہ کمالات نہ تھے۔ مگر جس طرح ابوذرؓ و سلمانؓ میں وابستگی تھی اسی مجاز کی جھلک امیر المومنین علیہ السلام کے عہد میں نظر آتی اور آپ نے مسلم کو بھائی کہا یہ حسن التفات فرزند عوسجہؒ کے لئے ایک افتخار تھا جو کسی کو حاصل نہ ہوا اور اس سے علو اخلاق اور کسر نفس ابوترابؑ پر بھی دلیل قائم ہوتی ہے کہ جس سے صرف رسول عربیؐ نے بھائی چارہ کیا اور مسلمانوں میں کوئی اس کا شریک اور سہیم قرار نہ پایا وہ اخلاق کو اتنی

---

[1] ریاض السالکین شرح صحیفۂ سجادیہ از علی صدر الدین مدنی طبع ایران

وسعت دیتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کو بھائی بنایا۔

یہ تہذیب نفس ہے کہ جو زیور کمال سے آراستہ ہو اس کو بھائی سمجھو عرب میں آج تک ایک برابر والا اپنے ہم عمر کو "اخی" کہہ کر پکارتا ہے۔ اور ایک محل تو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی سوانح عمری میں ایسا ہے کہ آپ نے یہودی کو بھائی کہا یہ وہ وقت ہے کہ جب علمائے یہود میں سے ایک عالم آیا ہے اور اس نے عرض کیا۔

لے ان اللہ عزوجل یمتحن الاوصیاء فی حیاۃ الانبیاء و یمتحنھم بعد وفاتھم فاخبرنی کم امتحنک اللہ فی حیاۃ محمد من مرۃ وکم امتحنک بعد وفاتہ من مرۃ۔"

خدائے برتر انبیاء کی زندگی میں ان کے اوصیا کا امتحان لیتا ہے اور نبی کے بعد بھی یہ حضرات منزل امتحان پر آتے ہیں پس مجھے خبر دیجئے کہ پیغمبر اسلام کی زندگی میں آپ کے کتنے امتحان ہوئے اور ان کی وفات کے بعد کتنے امتحان ہوئے۔ اس سوال کے بعد جو آپ نے سات امتحان عہد رسول کے اور سات امتحان بعد وفات رسول کے بیان کئے تو ہر امتحان کی ترجمانی میں "یا اخا الیہود" اسے بھائی یہودی کہہ کر خطاب کیا اور غیر مسلم کو چودہ مرتبہ بھائی کہنے کا یہ اثر ہوا کہ وہ صدق دل سے ایمان لایا اس حدیث طویل کا نظم میں فارسی ترجمہ جناب مفتی میر عباس صاحب قبلہ رح نے فرمایا۔ اور نثر میں اردو ترجمہ والد علام طاب ثراہ نے کیا جو جناب مرحوم کے علمی تالیفات میں غیر مطبوع موجود ہے۔

لے خصال ابن بابویہ ج دوم

اسلامی اخوت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بروز قیامت شفاعت کے طرفین کو حقوق حاصل ہوجاتے ہیں، ہم کو آپس میں صیغۂ اخوت جاری کرنا چاہیے اور اپنی حیات ثانوی کو سدھارنے کی فکر سے غفلت نہ ہو۔

۱۸ ذی الحجہ کے اعمال میں سنت ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے داہنے ہاتھ پر دست راست رکھ کر کہے۔

اٰخَیْتُکَ فِی اللّٰہِ وَصَافَیْتُکَ فِی اللّٰہِ وَصَافَحْتُکَ فِی اللّٰہِ وَعَاھَدْتُ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ وَکُتُبَہٗ وَرُسُلَہٗ وَاَنْبِیَائَہٗ وَالْاَئِمَّۃَ الْمَعْصُوْمِیْنَ عَلٰی اَنِّیْ اِنْ کُنْتُ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَالشَّفَاعَۃِ وَاُذِنَ لِیْ بِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ لَا اَدْخُلُھَا اِلَّا وَاَنْتَ مَعِیْ۔

برادر مومن جواب میں کہے:۔ قَبِلْتُ وَاَسْقَطْتُ عَنْکَ جَمِیْعَ حُقُوْقِ الْاُخُوَّۃِ مَا خَلَا الشَّفَاعَۃَ وَالدُّعَاءَ وَالزِّیَارَۃَ۔

واقعۂ کربلا سے پہلے مسلم بن عوسجہؓ کی زندگی:۔ گذشتہ بیانات پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی ۶۰ھ ہجری سے پہلے عبادت خدا، خدمت خلق، تعلیم قرآن میں صرف ہوئی اور اگر حکومت باطل کے حربی اقدام میں اسلام کی کمزوری محسوس ہوئی تو اسلامی فوج کے سپاہی بن کر جان کی قربانی میں بھی عذر نہ ہوا یہ ہے اسلامی اتحاد اور مسلم یکجہتی کہ اختلاف عقائد کے باوجود ہماری جب ضرورت پڑے نصرت دین پر تیار ہیں۔

آذربائجان کی جنگ میں مسلم بن عوسجہؓ کی شجاعت:۔ نقشہ ۲ دیکھنے سے آذربائجان کا پتہ اس طرح لگے گا کہ شہر تبریز کو اس کا صدر مقام سمجھنا چاہیے

۱ؔ مفاتیح الجنان ۱۳۵۶ھ چھاپ نجف اشرف ۲ؔ حاشیۂ القارہ ۱۲ مطبوعہ دہلی ۱۹۳۲ء

اردبیل بھی اسی صوبہ میں ہے۔ آذربائیجان کی وجہ تسمیہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ موبد آذر آباد نے ایک آتش کدہ بنایا تھا جسکا نام آذر آبادگان تھا اور دوسری روایت یہ ہے کہ لغت پہلوی میں آذر کے معنی آتش کے ہیں اور بایگان کے معنی ہیں محافظ یعنی نگاہدارندہ آتش، چونکہ اس صوبے میں آتشکدوں کی کثرت تھی اس وجہ سے یہ نام ہوگیا جسن کو عربوں نے اپنی زبان میں آذربائیجان کرلیا۔

حضرت عمر کی خلافت میں جو فتوحات ہوئے اس میں زیادہ تر بنی ہاشم اور دوستداران اہلبیت کا ہاتھ تھا۔ مصر کی جنگ میں حضرت مسلم بن عقیلؑ اور ان کے بھائیوں کی بے پناہ جنگ تاریخ کے صفحہ سے محو نہیں ہو سکتی مگر شمس العلماء شبلی نعمانی کے قلم سے اس کا اظہار کیوں ہونے لگا۔ وہ تمام کامیابی حضرت عمر کے عقل و دماغ کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ اگر سیاست عمری کچھ بھی وزن رکھتی تو پیغمبر خداؐ کو بدر و حنین میں۔ ان کے جنگی خدمات سے فائدہ پہنچتا۔

حضرت عمر کی پیرانہ سالی سے پہلے کا ذکر ہے اس وقت نسبتاً عقل و دانش میں شباب تھا مگر اُحد و خیبر میں جو انجام ہوا وہ دنیا جانتی ہے۔ اس آغاز سے جس پر قرآن حکیم بھی گواہ ہے اس انجام پر بہت کچھ نقد و تبصرہ ہوتا ہے اور بڑی آسانی سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اس پردہ میں کوئی اور تھا۔

حضرت شبلی نعمانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ آذربائجان کی جنگ میں جو سنہ ۲۲ ہجری مطابق سنہ ۶۴۳ عیسوی میں ہوئی لشکر اسلام کا علم حذیفہ بن یمانؓ

سے۲ فتوحات بہنسا مولفہ شیخ محمد بن محمد معز مصری صہ ۶۴ چاپ بمبئی سنہ ۱۲۸۷ ہجری

کے ہاتھ میں تھا یہ وہی حذیفہؓ ہیں جن کو حضرت سرور کائنات صلعم نے منافقوں کے نام بتا دیئے تھے اور رسولؐ کے راز دار سمجھے جاتے تھے، اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فوج کی کامیابی علمدار کی فراست پر موقوف ہوتی ہے، حذیفہؓ کی علمداری کا حال یہ ہے۔

وہ نہاوند سے چل کے اردبیل پہنچے یہاں کے رئیس نے ایک انبوہ کثیر جمع کر کے مقابلہ کیا اور شکست کھائی پھر آٹھ لاکھ سالانہ پر صلح ہوئی۔ حذیفہؓ نے پھر اس کے بعد موقان اور جیلان پر حملہ کیا اور فتح کے پھریرے اڑائے اس اثنا میں دربار خلافت سے حذیفہؓ کی معزولی کا فرمان پہنچا۔ (الفاروق ص۱۱۲)

ابھی تک مؤلف کی خیانت کا شکوہ تھا کہ وہ اس جنگ کے لڑنے والوں میں مسلم بن عوسجہؒ کا نام کیوں لکھنے لگے۔ اب ان کے ممدوح حضرت عمر کے طرز عمل کو ارباب دماغ کے سامنے لانا ہے کہ جو سپہ سالار فوج کامیاب ہو اس کی معزولی کے کیا معنی؟ حذیفہؓ کو عہدے سے ہٹانے کا صاف منشا یہ ہے کہ جنگ میں خود غرضانہ پہلو تھے اور اس سرکار سے کام کرنے والوں کی ہمت افزائی کبھی نہیں ہوئی اور حکومت کا معیار عدل و انصاف پر نہ تھا تمام دول متحاربہ کا قاعدہ ہے کہ کامیاب ہونے والے افسران فوج کو انعام ملتے ہیں۔ مگر یہاں انصاف کا خون ہوتا ہے ابو جعفر طبری جو مسلمانوں کا مورخ اعظم ہے۔ اس نے تاریخ میں قاتلان حسینؑ کی زبان سے ثابت کیا ہے کہ اس جنگ میں مسلم بن عوسجہؒ نے مشرکین کو قتل کیا اور اپنی ثمر بار تلوار کا شجاعان فارس کو لوہا منوا دیا اس اجمال کی تفصیل کا آئندہ انتظار کرو۔

۱؎ تاریخ الامم والملوک جلد ۶ ص ۲۲۵

بقول مؤلف شہدائے کربلا ایک مکمل طاقت ور جوان ہونے کے اعتبار سے اگر ان کی عمر اس وقت بیس برس بھی مانی جائے تو واقعہ کربلا میں ان کی عمر ساٹھ سال قرار پاتی ہے۔ اور اس لیے ان کا شمار کربلا کے سن رسیدہ اور ضعیف العمر اشخاص میں ہے۔

دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھا:۔ عہد رسولؐ میں ولادت ہوئی، مرسلؐ کا زمانہ دیکھا۔ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جس ظلم نواز حکومت میں رحلت فرمائی اس عہد کا ادراک کیا، دورِ اوّل سے گذر کر خلافت ثانی میں نیک نام عمر بسر کی، خلافت کا تیسرا زمانہ دیکھا۔ امیر المومنین علیہ السلام کی معصومانہ زندگی کو اول سے آخر تک دیکھتے رہے صفین و جمل میں شرکت کا کچھ علم نہیں۔ تاریخ خاموش ہے، یہاں تک کہ خلافت بلافصل ختم ہوئی۔ امام حسن عم کا صلح پسند اور صبر نواز عہد شروع ہوا اور ختم ہوا۔ امامت حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی طرف منتقل ہوئی، حاکم شام معاویہ کی موت اسی عہد کرامت مہد میں واقع ہوئی۔

سنہ ۶۰ ہجری

ہلاکت معاویہ کے بعد آخر رجب میں یزید لعین تخت نشین ہوا، اور اس ظالم کی طرف سے آقائے کونین امام حسین عم سے سخت ناشکور شروع ہوئی۔ اہل کوفہ محبت کے پردے میں عداوت پر تل گئے اور لاتعداد خط دعوت نامے بھیج کر چاہا کہ وہ کوفے میں آجائیں۔ لیکن حسینی سیاست میں سر مو فرق نہ ہوا۔ اور آپ نے اپنے تشریف لے جانے کے بجائے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل عم کو خصوصی نائب بنا کر کوفہ بھیجا۔

حضرت مسلم بن عقیلؑ کی حمایت

مؤلف شہدائے کربلا رقم طراز ہیں

اس موقع پر جب جناب مسلمؑ بن عقیلؑ کوفے میں وارد ہوئے ہیں اور حضرت سید الشہداءؑ کی بیعت اہل کوفہ سے لینا شروع کی ہے تو مسلم بن عوسجہؒ نے اس خدمت میں نمایاں حصہ لیا اور وہ جناب مسلم بن عقیلؑ کے نمائندہ خاص اور معتمد ہونے کی حیثیت سے لوگوں کو اس مقصد کے ساتھ متحد کرتے اور امام حسینؑ کی بیعت لیتے تھے۔ چنانچہ ابن زیاد لعین نے کوفے میں آنے کے بعد جب لوگوں کو جناب مسلمؑ کی طرف سے برگشتہ بنانا شروع کیا اور مسلمؑ مختار بن ابی عبیدہؒ کے گھر سے رازداری کے ساتھ ہانی بن عروہؒ کے مکان میں منتقل ہو گئے اور ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ کی سراغ رسانی کے لئے اپنے غلام معقل لعین کو تین ہزار درہم دے کر مقرر کیا کہ وہ مکرو فریب کے ساتھ مسلمؑ کا پتہ چلائے اور معقل لعین اسی فکر میں مسجد جامع میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ مسلم بن عوسجہؒ اسدی جو اس وقت اسی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، مسلم بن عقیلؑ کے نمائندہ خاص ہیں اور ان کی طرف سے حسین ابن علیؑ کی بیعت لیتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے وہ مسلم بن عوسجہؒ کے پاس آیا۔ اور بیٹھ گیا۔ جب مسلمؑ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا کہ میں شام کا رہنے والا ذوالکلاع کا غلام ہوں اور خدا کے فضل سے اس خاندان (اہل بیتؑ) کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان میں سے کوئی بزرگ آج کل کوفے میں آئے ہوئے ہیں اور لوگوں سے رسول خداؐ کے نواسے کی بیعت لے رہے ہیں مجھے تمنا پیدا ہوئی کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور یہ تین ہزار درہم جو میرے پاس ہیں میں ان کی خدمت میں نذر کروں۔ مگر اب تک کوئی شخص نہ ملا جو مجھے ان کی خدمت میں

پہنچاتے یا ان کا پتہ بتائے۔ ابھی ابھی میں اس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے کچھ مسلمانوں کو یہ کہتے سنا آپ کے متعلق کہ انہیں اس خاندان کے لوگوں سے واقفیت حاصل ہے۔ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ یہ روپیہ مجھ سے لے لیجیے اور مجھے ان بزرگ کی خدمت میں لے چلیے کہ میں ان سے بیعت کر لوں اور اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس جانے سے پہلے یہیں مجھ سے بیعت لے لیجیے۔

یہ مکارانہ تقریر تھی، جس کو صاف دل اور نیک نیت مسلم بن عوسجہ رح نے حقیقت پر محمول سمجھا اور جواب دیا۔

"مجھے تمہاری ملاقات سے بہت خوشی ہوئی اور مسرت حاصل ہوئی، اس بات پر کہ تم اپنی خواہش میں کامیاب ہو اور تمہارے ذریعے سے اہلِ بیت رسول ص کو کچھ تقویت حاصل ہو بے شک مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میری کارگذاریاں اس معاملہ میں اس کے نشو و نما پانے کے پہلے ہی تمہارے کانوں تک پہنچیں جس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ظالم ابن زیاد لعم کو بھی اس کی اطلاع نہ ہو جائے۔ بہرحال کافی اطمینان اور عہد و پیمان اور رازداری کے وعدوں کے ساتھ مسلم ابن عوسجہ رح نے اقرار کیا کہ میں چند روز میں تمہارے لئے مسلم بن عقیل ع سے اجازت حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ معقل لعنہ اس کے بعد چند روز تک برابر آتا جاتا رہا یہاں تک کہ مسلم بن عوسجہ رح کے ساتھ جناب مسلم ع کے پاس پہنچا۔ اور آخر اسی کی خبر رسانی سے ہانی بن عروہ رح کے گھر میں مسلم بن عقیل ع کے فروکش ہونے کی اطلاع ابن زیاد لعم کو پہنچ گئی جب ہانی بن عروہ رح گرفتار ہو گئے اور مسلم عقیل ع جنگ پر آمادہ ہوئے اور آپ نے اپنے اخوان و انصار کے لشکر کو فراہم کیا تو اس وقت کی مسلم بن عوسجہ رح جناب

مسلمؑ کے ساتھ تھے، اور جب فوج کی تربیت ہونے لگی تو قبیلہ مذحج اور اسد کی سپہ سالاری مسلم بن عوسجہؒ ہی کے متعلق ہوئی اور پیادوں کے سردار بھی قرار دیے گئے۔ بس اس کے بعد تاریخیں خاموش ہیں نہیں کہا جاسکتا کہ مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کے موقع پر مسلم ابن عوسجہؒ کہاں تھے۔ جب مسلم بن عقیلؑ کے ساتھ والی قلیل فوج نے ابن زیادلعین کے منظم شاہی سامان جنگ کے مقابلہ میں شکست کھائی تو مسلم بن عوسجہؒ وغیرہ چند دیگر اشخاص نے یہ پورا اندازہ کر لیا کہ اب حضرت مسلمؑ کی جان کی حفاظت غیر ممکن ہے اس لیے اب سوال صرف اپنی جان کا ہے کہ اسے بھی قربان کر دیا جائے۔ لیکن جبکہ یہ معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ امام حسینؑ کوفہ کی جانب متوجہ ہیں تو یہ جان ان کے ساتھ ان کے کام کیوں نہ آئے۔ اور اس وقت ممکن ہے ہماری خدمات کچھ کارآمد ثابت ہوسکیں۔ اس خیال سے ان لوگوں نے پھر مسلم بن عقیلؑ کے ساتھ اپنی جانوں کو وابستہ نہیں رکھا اور وہ اپنے اپنے گھروں اور اپنے قبیلوں میں مخفی ہو گئے۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ عراق کے حدود میں آگئے تو یہ کسی طرح نکل کر امام حسینؑ کے پاس پہنچے بہت ممکن ہے کہ مسلم بن عقیلؑ سے ان کی علیحدگی خود حضرت مسلمؑ کے ایماء و اشارے یا کم از کم اجازت سے ہو ورنہ اگر کسی طرح کی بھی بے وفائی اور حضرت مسلمؑ کی امداد میں کوتاہی کا دھبہ ان کے دامن پر ہوتا تو کم از کم حضرت سید الشہداءؑ سے کسی طرح کی معذرت اور آپ کا قبول عذر یا عتاب و تنبیہ تاریخوں کے اندر موجود ملتا۔ انتہیٰ۔

سنہ ۶۱ ہجری

تمامی مسلمانوں کو مختصر سنہ کے گذشتہ چھ ماہ یزیدیت کی تاسیس

میں گذرے اور رفتہ رفتہ اموی طاقت نے کوفے کو بھی اپنا کرلیا۔ حضرت مسلمؑ کی شہادت اسی فروغ کا نتیجہ تھی اس پر آشوب زمانے میں نہیں کہا جاسکتا کہ مسلم بن عوسجہؓ امام حسینؑ کے پاس آکر کہاں اور کب ملحق ہوئے۔ ملا حسن یزدی نے لکھا ہے کہ حبیبؓ اور مسلم بن عوسجہؓ ساتھ ساتھ کوفہ سے روانہ ہوکر اس وقت پہنچے۔

وقتے رسیدند کہ لشکر اعدا مثل سیل سیاہ یک طرف صف زدہ و امام مظلوم با لشکر خود در بیرون خیمہا ایستادہ بر دند این دو نفر آمدند و پیادہ شدند و سلام کردند در رکاب حضرت را بوسیدند۔ (انوار الشہادۃ ص۶۳)

اس عبارت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ وہ عشرہ کے دن پہنچے۔ محاصرہ ۹ محرم سے ہوچکا تھا اگر اس تحریر کے معنی یہ قرار دیئے جائیں کہ کربلا میں دہم محرم ان کے قیام کا پہلا دن تھا تو صحیح نہیں ہے۔ شب عاشور ان کی موجودگی اور اظہار عقیدت موجود ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ملاقات حرؓ سے پہلے یا بعد پہنچ چکے ہوں۔ اس لئے کہ فرزند رسولؐ سے دنیا کا ساتھ چھوٹ جانا ان کے علم میں تھا۔ حبیب ابن مظاہرؓ کو حسینیت کی طرف دعوت دینے میں وہ ایک محرک تھے۔ خضاب کی روایت سے معلوم ہوچکا ہے کہ کوفہ کا ماحول مسلم بن عوسجہؓ کے سامنے تھا اور وہ اپنی قربانی کی تیاریاں کررہے تھے۔ ان کے عزائم کی پختگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس پرآشوب دور میں وہ کوفے سے تنہا نہیں نکلے بلکہ اپنی کنیز اور فرزند کو بھی ساتھ لے کر چلے۔ ہر طرف کی ناکہ بندی۔

عہ مولف یہاں تک لکھ کر دو سال شدید امراض میں مبتلا رہے فضل ایزدی سے صحت ہوئی اور یہاں سے دوبارہ قلم اٹھایا۔ مصح

قدم قدم پر پہرہ، عبیداللہ ابن زیاد لعین کے سخت ترین قوانین کے نفاذ میں ان کو کوئی روک نہ سکا اور نفسے اپنی اصل کی طرف پلٹی۔ بقیہ طینت کے جذبے نے شیعیت کو حبیبت پر نثار کرنے کے لئے آگے بڑھایا۔ لیکن اس اقدام میں وہ فراست اور جانبازی مضمر تھی جو قربانی میں عزت اور خصوصیت پیدا کرتی ہے۔ حبیب بن مظاہرؒ، زہیر بن قینؒ اپنی رفیق زندگی کو چھوڑ کر دشت نینوا میں آئے۔ وہ اگر اس لئے مستحق ستائش ہیں کہ امامؑ کی محبت میں اولاد و[1] ازواج کو چھوڑ کر شہید ہوئے اور صحابیت کا ثبوت دیا تو مسلم بن عوسجہؒ اپنی شریک حیات بی بی اور بچے کو ہمراہ لاکر اس لئے قابل مدح قرار پاتے ہیں کہ وہ راہ کے قید و بند کوفہ سے مع عیال نکل کر آئے اور زوجہ حبیبؒ اور زوجہ مسلمؒ میں بھی یہ فرق نظر آتا ہے کہ حبیبؒ کی بی بی نے شوہر سے کہا تھا کہ تم کو خدا کی قسم جب امامؑ کے روبرو پہنچنا تو میری طرف سے دست بوسی کرنا اور قدم چومنا اور میرا سلام پہنچانا۔ (سوانح حبیب ص ۲۰) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ زوجہ مسلمؒ کی عقیدت اس حد پر پہنچ چکی تھی کہ انہوں نے شوہر کو تنہا جانے ہی نہ دیا۔ اور اسیری کا شوق ان کو کوفے سے کربلا تک لایا ورنہ مسلمؒ ایسے تجربہ کار سن رسیدہ مجاہد کو کوئی وجہ نہ تھی کہ ایسی سخت منزل پر عورت اور بچے کو ساتھ لیتے۔ واقعہ کربلا کی پیشین گوئی زبان رسالتؐ سے ہو چکی تھی۔ عہد علیؑ و فاطمہؑ میں اسیری کے تذکرے گزر چکے تھے۔ اگر مرد کا یہ فریضہ تھا کہ وہ امامت پر آنچ آنے کے وقت اپنی جان قربان کر دے تو

---

[1] صحیفہ کاملہ میں اصحاب رسولؐ کی یہ صفتیں بیان ہوئی ہیں وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ، ص ۱۸ طبع بمبئی شعبان ۱۲۶۵ھ

عورتوں کا بھی یہ عزم تھا کہ ہم اہل حرم کے شریک غم ہوں اور اگر ان کے بازوؤں میں رسن ہو تو ہم بھی قید ہوں۔ خصوصاً جبکہ مسلمؒ کی بی بی کو منعم حقیقی نے اولاد کی نعمت بھی عطا فرمائی تھی ان کے لئے مخصوص شرف و عزت تھی کہ وہ بیوہ ہوں۔ اسیر ہوں، اولاد فدا کریں۔ آل محمدؐ میں بے نام و نشان ہو جانا وہ غیرفانی خصوصیت ہے جو انصار امام کو حاصل تھی۔

شب عاشور مسلم بن عوسجہؒ کی گفتگو

فرزند فاطمہؑ نے اپنی زندگی کی آخری رات جس صبر و سکون سے گذاری اس کا اندازہ وہی انسان کر سکتے ہیں جو معرفت کے جادے پر ہیں۔ عام لوگ تو یہ سمجھتے رہے ہیں کہ دشمن سے ایک شب کی مہلت طلب کی جا رہی ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ آپ گروہ مخالف کو خود ایک رات کی مہلت دے رہے تھے کہ اگر تم نے مجھ کو نہیں پہچانا ہے تو اب بھی پہچان لو اور توبہ و انابت کی منزل پر آؤ، خوش قسمتی سے یہ رات شب جمعہ تھی اور ان برکت آفریں لمحات میں یہ خانوادہ ہمیشہ اپنے راحت و آرام کو خیر باد کہہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ اس سے فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔ جمعہ اور شب جمعہ میں خیر و شر کا ثواب[1] و عقاب دوگنا ہونا آئین اسلام میں طے شدہ مسئلہ ہے لہٰذا اس رات کی عبادت میں جو لطف تھا اس کو وہی سمجھ سکتے تھے جو اپنی غرض خلقت کو پورا کرنے کے لیے دنیا میں آئے تھے۔ اور ان کے مختار

---

[1] ان الخیر والشر یضاعفان یوم الجمعہ (البلد الامین والدرع الحصین ص ۳۴ مخطوطات کتب خانہ ممتاز العلماء)

کا کیا کہنا اپنا شوق شہادت زیادہ کیا مجاہدین کے اجر و ثواب کو بڑھایا دشمن کی سزا کو سنگین کیا اور رات ختم ہوتے ہوتے نام نہاد مسلمانوں کی ذہنیت کا جائزہ بھی لیا کہ دنیا دیکھ لے کہ وہ جس پیغمبرؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں ٹھیک جمعہ کے دن اس کی آل کو کس طرح بے آب و دانہ ذبح کرتے ہیں۔

اس رات کی یہ عبادت وداعی عبادت تھی۔ اور جب کہ ہمارے سامنے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کا علم افروز ارشاد تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گذرنے کے بعد موجود ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا "جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونا[1] تو تم کو چاہیئے کہ وداعی نماز پڑھو" حضور قلب اس پیمانے پر ہو کہ یہ سمجھو یہی نماز ہماری آخری نماز ہے۔ اب حیات مستعار دوسری نماز پڑھنے کا موقع نہ دے گی۔ فرشتہ موت کا کمین گاہ میں ہے۔ کربلا والوں کو یقین تھا کہ ہم پر اب دوسری رات زندگی میں نہ آئے گی۔ شب ہجرت پیغمبر خداؐ کی جان بچانے میں بستر پر سونے کی ضرورت تھی اور شب عاشور فرزند رسولؐ کی نصرت میں ہر مجاہد کو شب بیداری کی ضرورت ہے کہ وہ جاگ کر صبح کر دے اور یزیدی لشکر کے شب خون سے بنی فاطمہ کو بچائے لہٰذا یہ مقدس ترین نفوس کبھی نماز میں۔ کبھی دعا میں۔ کبھی تلاوت میں، کبھی حرم رسولؐ کے تدابیر تحفظ میں۔ کبھی حال و استقبال کی مصیبتوں پر آنسو بہانے میں مشغول ہیں اور ان کو کمیل بن زیادؒ کی دعا کا یہ فقرہ یاد ہونا چاہیئے:۔ ارحم من راس ماله الرجاء وسلاحه البکاء

---

[1] اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلیصل صلوٰۃ مودع (غرر الحکم۔ ودرر الکلم ص ۱۶۳ چاپ بمبئی)

دپالنے والے اس پر رحم کر۔ جس کی ساری پونجی تجھ سے لو لگانا اور جس کے ہتھیار (آلات حرب) گریہ و بکا ہیں جو دشمن سے بچائے ہوئے ہیں ورنہ یہ نمازی سجادوں پر محو عبادت رہتے اور فوج شام کی طرف سے قتل عام شروع ہوتا۔ تکبیر و تہلیل کی صداؤں نے خیموں کو ایک مستحکم قلعہ بنا دیا تھا جس کو دشمن اپنی اکثریت کے باوجود نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ قریب آنا تو درکنار۔ اسد اللہ کا شیر عباسؑ پورے لشکر کی جانوں کا نگران تھا۔

جس کا بہن کے خیمے کے گرد پھرنا بھی حج کے ہر رکن سے بہتر تھا ان گوناگوں مصروفیتوں میں امامؑ ابن امامؑ کو اپنی مختصر فوج کے سامنے خطبہ پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور نفس انسانی کی لاج رکھتے ہوئے تمام ساتھیوں کو بیعت کی پابندی سے آزاد کرنا چاہا اور عام اعلان کیا کہ تم مجھ کو چھوڑ کر چلے جاؤ اور مجھے اکیلا رہنے دو۔ اس لئے کہ ان (بدبختوں) کو مجھ سے کام ہے، اس کے جواب میں بنی ہاشم کے بعد سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوئے اور شجاعت و وفا میں ڈوبی ہوئی لفظیں جو کہیں وہ صفحہ تاریخ پر اب تک باقی ہیں۔

انحن نخلی عنک ولما نعذر الی اللہ فی اداء حقک اما واللہ حتی اکسر فی صدورہم رمحی واضربہم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی ولا افارقک ولو لم یکن معی سلاح اقاتلہم بہ لقذفتہم بالحجارۃ دونک حتی اموت معک۔

ہم کیا آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں بغیر اس کے کہ پیش خدا جواب دہی کا سامان کر سکیں آپ کے حق کی ادائیگی میں، خدا کی قسم یہ تو نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں فوجِ دشمن کے سینوں میں اپنے نیزے کو توڑ دوں اور

ان کو میں ضربِ شمشیر سے قتل کرتا رہوں۔ جب تک کہ قبضہ تیغ میرے ہاتھ میں رہے اور میں آپ کو کبھی نہ چھوڑوں اور اگر میرے ساتھ آلاتِ حرب نہ رہیں جن سے لڑوں تو میں انہیں پتھر پھینک کر مجروح کروں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ مر جاؤں۔

فاضل زنگی پوری اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنی کتاب میں اس جواب میں یہ اضافہ کیا ہے۔

قسم بخدا ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ پروردگار ہمارا امتحان لے کہ ہم نے رسول اللہؐ کے نہ ہونے کے وقت میں آپ کی کیسی حمایت و حفاظت کی۔ آپ جانیں کہ قسم بخدا اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ ایک مرتبہ قتل ہوں گے پھر زندہ کئے جائیں گے پھر جلائے جائیں گے پھر ہماری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ ہو گا تب بھی تو آپ سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ کے سامنے موت آئے۔ پھر کیونکر نہ ہم آپ کی حمایت میں جان دیں حالانکہ یہ ایک مرتبہ کا قتل ہوتا ہے۔ اور بعد اس کے وہ کرامت اور بزرگی ملے گی جس کی کبھی انتہا نہ ہو گی۔ (رشید السلام ص ۲۲۶ طبع لکھنؤ ۱۳۲۳ھ)

شمر لعین کی سخت کلامی پر مسلم بن عوسجہ کا جلال

واقعہ کربلا میں تیر و تلوار نیزہ و خنجر، چوب و خشت کے ساتھ ساتھ بے گناہوں پر زخم زبان سے بھی حملہ ہوتا تھا۔ اور بے ادب دشمن ایسے ناگفتہ بہ الفاظ استعمال کرتے تھے جس کے تصور سے عقل و تہذیب لرزہ براندام ہے نبض شناس انسانیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے شعر میں ان زخموں کو ناقابل اندمال فرمایا ہے ؎

جراحات السنان لہا التیام   ولا یلتام ما جرح اللسان

نیزے کے زخم تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم کسی طرح نہیں بھرتے ؎

چھری کا تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا
لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

چنانچہ صبح عاشور طبل جنگ سے پہلے جب خندق میں آگ شعلہ ور تھی تو خیام فلک احتشام کی طرف سے شمر لعین گذرا اور اس بد باطن اور خبیث نے کہا۔ یا حسین استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامۃ۔ اے حسینؑ تم نے قیامت کے پہلے دنیا ہی میں دوزخ کی آگ مہیا کرلی

اس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا۔ اے بدبخت قیامت کی آگ کا تو ہی سزاوار ہے۔

اس گستاخی پر مسلم بن عوسجہؓ کو جلال آگیا اور غصے میں بھرے ہوئے تیوروں سے امامؑ کے آگے سامنے عرض کیا کہ حکم ہو تو میں اس کی طرف ابھی تیر پھینکوں۔ مگر رحم پرور امامؑ نے روکا اور فرمایا کہ لڑائی میں ہماری طرف سے پہل نہ ہونا چاہیئے۔ یہ وہ آئین حرب تھے جس پر صدر اسلام سے برابر عمل درآمد ہو رہا تھا بلکہ یہ قانون حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کے زمانے سے نافذ ہوا ہے اور فرعون لعین کے جادوگروں کا مقولہ قرآن میں موجود ہے۔ قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی و اما ان نکون نحن الملقین قال القوا پ ۹ ع ۴۔ انہوں نے کہا۔ اے موسیٰؑ! تو تمہیں اپنے منتر پھینکو یا ہم پھینکیں۔ فرمایا تم ہی پھینکو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عصائے موسیٰ دفاعی حیثیت میں تھا۔ اور وہی نظریہ سید الشہداؑ روحی فداہ کا بھی تھا کہ اپنے دشمن کی سخت کلامی ٹھنڈے دل سے سنی مگر جنگ میں ابتدا نہ کی۔ غرض ان کلمات کا برداشت کرنا صاحبان غیرت کے لئے موت سے کم نہ تھا۔ جب ہی زیارت میں ارشاد ہوا ہے "فقتل اللہ من قتلک بالایدی

والالسن۔ (مفاتیح الجنان طبع نجف اشرف ص۴۳۲) خدا اس شخص کو قتل کرے جس نے آپ کو ہاتھوں اور زبانوں سے قتل کیا "السن"۔ اس اظہار حقیقت کے تحت میں وہ لٹریچر بھی داخل ہے جو حسینیت کو قتل کر رہا ہے اور یزیدیت جس سے فروغ حاصل کرتی ہے ہماری جانیں نثار ہوں معصومین ؑ کے ان مختصر جملوں پر جن میں شہادت حسین ؑ پر انتہائی فراست کے ساتھ مکمل تبصرہ فرما دیا۔ یہ حضرات خود تو دشمنوں کے قید و بند میں تھے مگر دور آزادی میں زندگی بسر کرنے والے طبقے کے روبرو حکایات مصائب پیش کر کے سبکدوش ہو گئے اب ہمارا کام ہے کہ ہم حسینیت کو باقی رکھیں اور دوست نما دشمن کی سموئی ہوئی باتوں سے پناہ طلب کریں۔

لشکر مخالف کے پہلے حملے میں مسلم بن عوسجہ رح کی بہادری: ابو مخنف نے مقتل میں لکھا ہے کہ جب روز عاشور جنگ شروع ہوئی تو لشکر ابن سعد ؑ کا داہنا حصہ جس کا افسر عمرو بن حجاج زبیدی لعین تھا اس نے امام حسین ؑ کے لشکر کے بائیں حصے پر حملہ کیا اور اس کے افسر زہیر بن قین رح تھے اور فرات کی طرف سے یہ حملہ لشکر ابن سعد ؑ نے کیا تھا اور مسلم بن عوسجہ رح بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے بائیں حصے میں تھے پس مسلم بن عوسجہ رح نے اس وقت ایسی تلوار کی اور معرکہ کیا کہ کسی نے کبھی ایسا معرکہ دیکھنا کیسا سنا بھی نہ تھا۔ (نور العین ترجمہ ابصار العین ص۱۵۷ ۱۳۵۰ھ چھاپ حیدر آباد دکن)

ابو مخنف کے یہ الفاظ جس قدر وزن رکھتے ہیں ان کو اہل عقل سمجھتے ہیں

روز عاشور مسلم بن عوسجہ کو کب اذن جہاد ملا: یہ سوال سیرت کا جزو اعظم ہے مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ عمر ابن عبد اللہ مذحجی کے بعد شہید ہوئے اور طبری مورخ نے تصریح

کی ہے کہ انصار حسینؑ میں وہ سب سے پہلے مقتول ہیں اس کی تائید میں بعض اہل قلم کا تحفۃ الزائر کی زیارت تعاز دہم سے استدلال صحیح نہیں ہے اور میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ ابن شہر آشوب ہوں یا شیخ مفید یا مجلسی (علیہم الرحمہ) ان سب حضرات نے باستثناء ان مقامات کے جہاں کسی واقعہ کی تعیین کردی ہے کہ اس کا فلاں وقت اور تاریخ سے تعلق ہے یا جہاں ان کی تحریروں میں "ثم بدز من بعدہ" کی لفظ موجود ہے۔ واقعات اور خصوصاً انصار کے یکے بعد دیگرے حالات یہ سمجھ کر نہیں لکھے ہیں کہ پڑھنے والے اس کو ایک تاریخ وار بیان مسلسل سمجھیں۔ اور جس کا ذکر پہلے آگیا ہے اس کو پہلا ناصر سمجھا جائے۔ ان حضرات کا حال یہ تھا کہ قلم اٹھاتے وقت صرف ضبط و احاطہ کے فرض سے ادا ہوتے ہیں۔ چنانچہ بحار جلد عاشر میں واقعہ کربلا کو دہرانا اور مکرر بیان اسی کے تحت میں ہے اور ارباب مقاتل نے ہر جگہ احتیاط نہیں کئے ہیں اور نہ ان کو اس کی ضرورت تھی لہذا ہر شہید کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ اس کی قربانی کا مخصوص وقت کب تھا اور عنوان بالا کے ذیل میں صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ نماز ظہر سے پہلے اور حبیب بن مظاہرؓ سے قبل ان کی شہادت واقع ہوئی۔

شہدائے کربلاؑ کی رخصت میں خصوصاً بنی ہاشم کو اذن جہاد ملنے کے محل پر ذاکرین کا یہ بیان بھی محتاج دلیل ہے کہ اپنی قربانی میں وہ اصرار کرتے تھے اور امامؑ انکار فرماتے تھے، جبکہ جہاد واجب تھا تو انکار ثابت ہونے پر صرف یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ امامؑ اگر کسی کو روکتے تھے تو صرف اس لئے کہ ان کے علم امامت میں ابھی اس شخص کی قربانی کا وقت نہیں آیا تھا۔ وہ سلسلہ شہادت کو منظم رکھنے کے ذمہ دار تھے۔ وہ راز دار قدرت تھے

اور ان کے اختیارات سے ناممکن تھا کہ جن کی شہادت کے لمحات نہیں آئے ہیں ان کو اذن جہاد دے کر میدان میں قبل از وقت بھیج دیں۔ اور جس کی قربانی کا وقت آگیا ہے اسی کو روک دیں۔ اذ جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون اس محل پر صوبہ کے عقیدتمند بزرگ مولوی فریدالدین صاحب جالگی کا بیان مجھے بہت پسند آیا موصوف نے ذکر شہادت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ جب کوئی ناصر امام گھوڑے سے گر کر شہید ہوتا تھا تو تمام ناصر خدمت امامؑ میں بیک وقت عرض کرتے تھے کہ اب ہم کو اذن جہاد دیجئے۔ امامؑ ان میں سے انتخاب کر کے کسی ایک کی استدعا قبول فرماتے تھے۔ اور وہ بخوشی مرنے جاتا تھا۔ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جس کی شہادت پہلے واقع ہوئی اس سے اس کی قربانی اور امتحان کا وزن گراں تھا جو بعد میں شہید ہوا۔

بوڑھے مجاہد کو اذن جہاد:- دوپہر ہونے ہی کو ہے اور آفتاب عالمتاب خط نصف النہار کے قریب پہنچنے والا ہے اور اپنے پورے جلال کے ساتھ چند بیکسوں کے چہرے دیکھتا ہوا بلند ہو رہا ہے۔ تمازت سے زمین کا کلیجہ پھٹ رہا ہے اور گرم ہوا کے جھونکے چہروں کو جھلس رہے ہیں حدت سے ہوا میں ایسا طوفان اور طلاطم پیدا ہو گیا ہے کہ بگولے اٹھ اٹھ کر آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں۔ انسان تو انسان وحش و طیر تک گرمی سے بچنے کے لئے آشیانوں میں چھپے بیٹھے ہیں چاروں طرف سوائے خشک علاقے اور ریگستان کے کچھ نظر نہیں آتا البتہ جانب غرب ایک صاف اور شفاف پانی کی نہر ہے جس کے ساحل پر کہیں کہیں خرمے کے درخت پہرہ دے رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے سائے کو پانی میں اس طرح غور و

خوش سے دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی حسین آئینے میں منہ دیکھا کرے۔ اس دریا کا نام فرات ہے جس پر یزید بیت کا بے پناہ محاصرہ ہے اور سپہ سالار لشکر جتر زد لگائے ہوئے پانی پیتا مگر غرق آل محمدؐ کے چند پیاسوں کی جنگ دیکھ رہا ہے۔ اور اسی خونخوار کی جبیں پر پیاسوں کی صدائے العطش سننے پر بھی عرق ندامت کا پتہ نہیں صورت سے سنگدلی کے آثار اور کردار بد سے اپنے زمانے کا ابلیس معلوم ہوتا ہے۔ دفعتہً فخر آدمؑ و بنی آدم حسینؑ بن علیؑ کی سپاہ قلیل سے ایک بوڑھا مجاہد نکلتا ہے اس کے چہرے پر رات کے جاگنے اور حربی خدمات کی تھکن اور بھوک و پیاس کی شدت ہویدا ہے۔ مگر غضب کا ولولہ اور بلا کی امنگ ہے بے آب و دانہ راہوار کو پیری میں اس شان سے ہمہمیز کیا ہے کہ آن بان پر جوانوں کی نظریں اٹھتی ہیں گرمی سے عربی نژاد گھوڑے کی حالت ساز و سامان اور جہاں دیدہ سوار کا رعب و تجربہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ راکب و مرکب تصویر وفا ہیں۔ اس مرد بزرگ کی چال ڈھال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مسلم بن عوسجہؒ ہیں جو کوفے میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کے معتمد ہونے کی حیثیت سے لوگوں کو نصرت امامؑ پر متحد کر رہے تھے۔ اور جنھوں نے شب عاشور اپنے عزائم کا اظہار کیا تھا۔ قدر شناس امامؑ نے اذن جہاد عطا فرمایا۔ مسلمؒ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔

رجز

ان تسالوا عنی فانی ذو البد	اگر مجھے پوچھتے ہو تو سچا تو میں ہوں بنی اسد
من فرع قوم فی ذری بنی اسد	کے قبیلے میں کا (بہادر) جو شخص ہم پر خروج
فمن بغانا حاید عن الرشد	کرے وہ سیدھے راستے سے منحرف اور خدائے
وکافر بدین جبار صمد	جبار و بے نیاز کے دین کا منکر ہے۔

فاضل ہرغانی نے مسلمؒ کے پورے قصیدے کا ذکر کیا ہے جو مدرح امامؑ میں پڑھا مگر اس کا مقاتل میں ذکر نہیں ہے۔

جنگ :۔ ابومخنف کے بیان سے جس کا حوالہ ابصار العین میں ہے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمؒ پہلے ہی حملے میں رجز پڑھ کر شہید ہوئے مگر ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے ان کے انفرادی خدمات کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے ذمہ دارانہ الفاظ یہ ہیں:۔

"ثم خرج مسلم بن عوسجہ فبالغ فی قتال الاعداء وصبر علی اھوال البلاء"

پھر مسلم بن عوسجہؒ لشکر قلیل سے نکلے اور دشمنوں کے قتل میں مبالغہ فرمایا اور امتحان کی سختیوں پر صبر کیا۔ لہوف[1]

گھوڑے کو دوڑا کر میدان میں آئے اور بجلی کی طرح (یا) باد سموم بن کر دشمن پر حملہ کیا اور تنور حرب شعلہ ور ہوا۔ نامی پہلوان صف دشمن سے نکل کر مقابلے کو آئے اور مسلمؒ کے ہاتھ سے قتل ہونا شروع ہوئے۔ ان میں ایک پہلوان سامنے آیا جس[2] کے ارادوں میں دریا کی طرح تلاطم تھا رعد کی طرح گرجتا ہوا حملہ ور ہوا مسلمؒ نے اس کے داہنے پہلو پر نیزے کا ایک ایسا وار کیا کہ جانب چپ کو توڑ کر سنان نکل گئی اور سپاہ قلیل میں صدائے تکبیر بلند ہوئی اور فوج شام میں خجالت کی لہر دوڑ گئی[3]

---

[1] مخزن البکا۔ [2] ناسخ التواریخ۔ [3] روضۃ الشہدا۔

اسی طرح پچاس سپاہیوں[1] کو دوزخ میں پہنچایا یہ حیرت ناک بہادری دیکھ کر پورا لشکر اس بوڑھے[2] مجاہد پر ٹوٹ پڑا اور اس یلغار میں بھی مسلم رح نے مزید چھ شخصوں کو قتل کیا۔ شمشیر زنی میں مشغول تھے، کہ عبداللہ ضبابی[3] اور عبداللہ بن خشکارہ بجلی[4] دو بدبختوں نے ایکا کر کے حملہ کیا اور میدان میں ان کے حملوں سے اس قدر گرد اڑی کہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ جب غبار فرو ہوا تو معلوم ہوا کہ مسلم بن عوسجہ رح زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ گھوڑے سے گرتے گرتے امام ع کو پکارا اور کہا ادرکنی یا بن رسول اللہ، اے فرزند رسول[5] میری خبر لیجیے۔

فائدہ جلیلہ:۔ مقتل سے خیام فلک احتشام تک۔ اگر دشمنوں کا مجمع ہوتا تو ہر شہید کی آخری آواز اس سلسلے سے سامعہ امام ع تک پہنچ جانا تعجب نہ تھا مظلومِ کربلا اپنے ناصروں کی صدا کیونکر سنتے تھے؟ اس سوال کے جواب میں مؤلف کے خیالِ ناقص میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا حیثیت کے اس آخری جذبہ کو حمید وغیرہ ایسے واقعہ نگاروں نے بیان کیا یا ہوا کو حضرت سلیمان ع کی طرح خدا نے مسخر کیا تھا وہ مجروحین کی ان کانپتی ہوئی آواز کو پہنچاتی تھی اور امام ع درس مساوات دیتے ہوئے بلا استثناء ہر شہید کے بالین پر پہنچے تھے۔

آخری دیدار:۔ ابھی امام ع تنہا نہیں ہوئے تھے کچھ اصحاب اور کل اقربا موجود ہیں۔ حبیب بن مظاہر رح سے نہ رہا گیا وہ بھی مظلومِ کربلا کے ساتھ ساتھ چلے۔ آقائے کونین[6] عقاب کی طرح جلد جلد چلے۔ مسلم رح کو خاک و خون میں آغشتہ دیکھ کر فرمایا[7] رحمک اللہ یا مسلم فزت بالشهادة واذیت ما کان علیک۔ اے مسلم رح خدا تم پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل کرے۔ تم شہادت کے

---

[1] مخزن البکاء، روضۃ الشہدا، مہیج الاحزان [2] مخزن البکاء [3]، [5] ترجمہ ابصار العین [4] مہیج الاحزان [6] ناسخ [7] مہیج الاحزان

درجہ پر کامیاب ہوئے اور تم نے اپنے فرائض کو ادا کیا۔ مسلمؑ نے کامیابی کا مژدہ سن کر آنکھ کھولی۔ اور چہرۂ امامت دیکھ کر مسکرائے۔

مرنے والے کے بالین پر تلاوت قرآن مستحب ہے شہدائے راہِ خدا جنگی مواقع میں اس آئین سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر قدر شناس امامؑ نے صرف ایک آیت مناسب حال پڑھی۔ فمنہم من قضیٰ نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلا۔

امامؑ کا یہ فرمانا ان کے دستار فضل و شرف کی کلغی تھا۔ حبیبؒ نے جو آخری گفتگو کی وہ مسلمؑ کی مزید عزت و وقار کی آئینہ دار ہے۔

حبیبؒ:- اے مسلمؒ تمہاری موت میرے لئے بڑی جانکاہ ہے اچھا تم کو بہشت کی بشارت ہو۔

مسلمؒ:- (انتہائی ضعف اور اضمحلال میں) خدا تم کو بھی بہشت نصیب کرے۔

حبیبؒ:- اے مسلمؒ اگر اس وقت میں تمہارے پیچھے پیچھے نہ آتا ہوتا (یعنی زندہ رہتا) تو کہتا کہ جو وصیت کرتا ہو وہ مجھ سے کہو میں اسے پورا کروں گا۔

مسلمؒ:- (امامؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بس میری وصیت ان امامؑ کی نصرت و مدد کرنا ہے، ان پر جان فدا کرنا۔

حبیبؒ:- میں ضرور (اپنی نصرت سے) تمہاری آنکھیں روشن کرونگا۔

مسلمؒ نے امام حسینؑ کی طرف آخری نظر کی اور عرض کی کہ اے

سلامٌ روضۃ الشہداء سے عزّ علی عیننا منہ سے رحمک یا مسلم البشریٰ بالجنۃ لانعمتک

فرزندِ رسولؐ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور آپ کے جد و پدر کو آپ کے پہنچنے کی بشارت دیتا ہوں ؑ۔ یہ کہہ کر شہیدِ راہِ خدا کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور مدت کے بعد ابدی راحت و آرام نصیب ہوا۔ امامؑ اپنے جان نثار کو کھو کر خیمے کی طرف چلے۔

شہادت کا دوست دشمن پر اثر:۔ مسلم بن عوسجہؒ کے جاں بحق تسلیم ہونے کی خبر پھیلی اور ان کی بی بی نے مقتل میں آ کر اے میرے سردار اے عوسجہ کے بیٹے کہہ کر لاش پر بین شروع کئے۔ بیوہ کی گریہ وزاری سے بجائے اس کے کہ صدائے شیون سننے والوں کو کچھ ہمدردی ہوتی فوج شام میں خوشی منائی گئی۔ اس وقت شبث ابن ربعی کو جو شام ہی کے لشکر کا سپاہی تھا اس باطل نوازی پر غصہ آ گیا اور کہا والے ہو تم پر تمہاری مائیں تم کو روئیں تم اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں قتل کرتے ہو اوروں کی نگاہ میں ذلیل ہوتے ہو مسلم بن عوسجہؒ سے (دیندار) کے قتل پر خوش ہو بخدا میں نے خود خدمت اسلام میں اس شخص کے کارنامے دیکھے ہیں اور آذربائجان کی جنگ (۳۲ھ ہجری) میں میرا چشم دید واقعہ ہے کہ ابھی مسلمانوں کے لشکر کی پوری صف بندی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس بہادر نے چھ آدمی فوج مشرکین کے قتل کر دیے ایسا آدمی تمہارے ہاتھ سے مارا جائے اور تم خوش ہو۔"

فوج یزیدؔ کی بربریت اور درندگی کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ وہ اسلام کو اپنے ہاتھ سے مٹاتے تھے اور زبان پر صدائے تکبیر تھی، خزانۂ شام کے سیم و زر کی طمع نے انسان کو حیوان بنا دیا تھا۔ اور مذہب کو رخصت کر دیا تھا۔

۳۳۔ ناسخ التواریخ ص ۲۶۵ ۱؎ ناسخ التواریخ بمبئی جلد ششم ۲؎ یہ گفتگو تاریخ طبری، جلاء العیون، ابصار العین وغیرہ میں موجود ہے۔

شہادت مسلم بن عوسجہ رح پر ملک الشعراء کا منظوم تبصرہ

تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی سید مظفر علی خاں بہادر جنگ المتخلص بہ اسیر المتوفی سنہ ۱۲۹۹ھ نے اپنے منظومہ میں حسب ذیل فاضلانہ بحث فرمائی ہے

ازاں پس مسلم ابن عوسجہ رح کرد | بہ افواج مخالف قصد ناورد
بزہد و طاعت و تقوی سرافراز | بہ اصحاب پیمبر ص بود ممتاز
بعلم و فضل مشہور زمانہ | بزرگ قوم و در رفعت یگانہ
امام دین ز افراط الفت او | بسے مغموم شد در فرقت او
بصحرائے سعادت چوں قلم زد | ز توصیف شہ مظلوم ع دم زد
گروہے را سوئے دوزخ رواں کرد | قتال سخت آں شیر ژیاں کرد
ز ضرب تیغ و زور دست و بازو | فگند آوازۂ جرأت بہر سو
چناں از برق تیغ آتش فشاں شد | کہ میداں پر ز لال کشتگاں شد
چناں مغرور فوج اہل شر شد | کہ تیغ او برائے او سپر شد
بہ لشکر بانگ ابن سعد لعیں برزد | ہزاراں طعنہ بر ہر بے جگر زد
کہ از تنہا ہزاراں می گریزند | ز تیرے نیزہ داراں می گریزند
ہجوم آورد فوج او دوبارہ | تنش شد از جراحت پارہ پارہ
بخاک افتاد آں بسمل تپاں شد | ز ہر رگ خون جسم او رواں شد
شہ دین ع با حبیب ابن مظاہر رح | بیالینش رسید افسردہ خاطر
چو ابر رحمت رب اشک بارید | مہ تاباں چو کوکب اشک بارید
بفرمود آفریں اے نیک انجام | ترا رحمت کند داور علام

شہادت یافتی اے خاص داور
ادا کردی حق آلِ پیمبر

تو اول از کرمی آئیسم ما ہم
بجنت شو کہ می آئیسم ما ہم

کجا باشد بدنیا پایداری
جہان بر ہر دو راہی ست جاری

حبیب ابن مظاہرؓ کرد گفتار
کہ بر من دیدن تو ہست دشوار

باین زخم و باین خاک و باین خون
باین حال و باین رنگِ دگرگون

مگر یابی جزائے جانفشانے
کہ دائم در فضائے خلد مانی

منم ہم پیرو تو اے مسافر
سفر در پیش دیرہ سر برگ حاضر

چہ گویم با تو ہنگام تباہی
وصیت کن مرا نوعے کہ خواہی

کشید از سینہ مسلمؑ آہ حسرت
بگفت اکنون ہمیں سازم وصیت

کہ دست از دامن شہ برنداری
بپائے او نمائی جاں نثاری

بگفت این حرف و شد در خلد جانباز
ز تن روح شریفش کرد پرواز

کنیز او ز دل شیون برآورد
بلب از نالہ شور محشر آورد

کہ اے آقائے من مقتول گشتی
بہ تیغ ظلم از دنیا گذشتی

شنید آواز او بن سعد خندید
شگفتہ مثل گل آن خار گردید

برآوردند غداران مقہور
خروشے از کمالِ شادی و سور

در آن مجلس کہ شیث از اشقیا بود
لعین ہر چند از اہل دغا بود

بگفت اے وائے بے خبرانِ غافل
بہ مرگ ہمچو صاحب رتبہ خوش دل

بزرگ قوم خاص درگہِ حق
گرفت از ذات او اسلام رونق

براہ دین و ایمان کارہا کرد
جہاد و جہد در راہِ خدا کرد

بود کافر بدل شک ہر کہ آزرد
چہ حق ہا بر مسلمانان ندارد

بحال این مجاہد خندہا حیف
بروز حشر باشد حالکم کیف

(صفحہ ۴۳ اکسیر بلا نام منظوم طبع نولکشور ۱۸۸۰ عیسوی)

یتیم مسلمؑ کی جنگ: - قبل اس کے کہ ہم اس بے پدر کی سرفروشی پر مفصل بحث کریں افسوس کے ساتھ لکھنے پر مجبور ہیں کہ مولف شہید الانسانیت نے اپنی مایہ ناز کتاب میں اس شہید کے وجود سے انکار کیا ہے ان کی رائے ہے کہ چونکہ اس کا ماخذ تاریخ روضۃ الاحباب ہے جس سے صاحب ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے حقیقت میں یہ پورا واقعہ جنادہ بن کعب خزرجی کے فرزند عمر بن جنادہ کا ہے ایسے دھوکے ارباب مقاتل کو بہت ہوئے ہیں۔ تاریخی جستجو ان کا پردہ چاک کر دیتی ہے (شہدائے کربلا جلد اول ص ۱۶)

ہم یہ تو مان سکتے ہیں کہ فرزند مسلم بچہ نہ تھا جوان تھا مگر یہ تسلیم کرنے کیلئے کسی طرح تیار نہیں کہ واقعہ کربلا میں وہ نہ تھا اس انکار سے مسلم بن عوسجہ رح کے کوفہ سے مع عیال روانہ ہونے کی اہمیت اور ان کی قربانی کا وزن نیز ان کے بے نام ونشان ہونے کی خصوصیت ختم ہوئی جاتی ہے اور اس اجتہاد کو تاریخی جستجو اس وقت سمجھا جاتا جب فرزند مسلمؑ[۱] کی شہادت لکھنے میں میں مولف روضۃ الاحباب - یعنی حافظ عطاء اللہ بن فضل اللہ المعروف بہ جمال الدین محدث شیرازی دسویں صدی ہجری کے صاحبان قلم میں ہیں

---

[۱] کتاب الصلوٰۃ مبحث انتظار امامؑ میں عبدالرحمٰن بن عوسجہ سے روایت اور محشی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مسلم بن عوسجہ رح کے بھائی ہوں سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ ص ۸۰ طبع کراچی

اور فرزندِ مسلمؑ کی قربانی کے مصادر روضۃ الاحباب سے پہلے بھی پائے جاتے ہیں، لہٰذا واقعہ سے انکار تاریخی جستجو نہیں ہے بلکہ مسامحہ ہے جیسے نور الائمہ وہ قدیم صحیفہ ہے جس کی تدوین نویں صدی ہجری سے پہلے ہوئی ہے اس کتاب میں یتیم مسلمؑ کی شہادت موجود ہے۔ علاوہ اس کے عہد جناب غفراں مآب اعلیٰ اللہ مقامہ سے ہمارے اسلاف کا جو رویہ ہے وہ یہی ہے کہ جب تک اصول مذہب سے تصادم نہ ہو واقعاتِ کربلا کو اجتہادی حذف و اسقاط سے بچایا گیا اجازات میں زبانی اور تحریراً ہم کو اس لائحہ عمل کی وصیت کی گئی تھی اور عہد بحر العلوم مولانا علیؒ صاحب قبلہ طاب ثراہ میں اس مسلک کا بار بار اعلان بھی ہوا اور یہ وہ راہِ صواب تھی جس کو اکابر ملّت نے فرمان "من بلغ" کی روشنی میں اختیار کیا ہے لہٰذا کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ میں بزرگانِ دین کے خلاف کوئی جدید راہ اختیار کروں خصوصاً اس وقت جبکہ تاریخی لحاظ سے بھی اس رائے میں قوت نظر آتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ فرزند مسلم بن عوسجہؓ اور یتیم جنادہ بن کعبؓ کے ملتے جلتے حالات سے مولف شہدائے کربلا کو جو اشتباہ پیدا ہوا ہے وہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ ہر دو ایتام میں ایک کو بچہ اور دوسرے کو نوجوان سمجھ لیا جائے اور یہی فرق درمیان میں کافی ہے۔ سپہر کاشانی اس مجاہد کے حال میں لکھتے ہیں در کتاب روضۃ الاحباب مسطور است کہ مسلم را پسرے جوان بود چوں پدر را کشتہ دید مانند شیرے شرزہ بر دید۔

۲ؔ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں معصومؑ نے فرمایا من بلغہ ثواب علی عمل ففعلہ التماس ذالک الثواب اوتیہ وان لم یکن کما بلغہ۔

حسین علیہ السلام او را از آہنگ خویش باز داشت و فرمود اے جوان پدرت شہید شد و اگر تو نیز کشتہ شوی مادرت دریں بیابان قفر در میان کدام کس گریزد پسر مسلم خواست طریق مراجعت سپارد مادرش شتاب زدہ بروے گرفت و گفت اے فرزند سلامت نفس را بر نصرت پسر پیغمبر اختیار می کنی ہرگز از تو رضا نخواہم شد پسر مسلم عنان برتافت و حملہ گران افگند و مادر از قفایش فریاد ہمی کرد کہ اے پسر شاد باش کہ ہم اکنوں از دست ساقیٔ کوثر سیراب خواہی شد و او مردانہ ہمی کوشید تا پس از قتل سی تن از مشرکاں شربت شہادت نوشید کوفیاں سر او را بریدہ بسوئے مادرش افگندند مادر سر را بر داشت و ببوسید و چناں بگریست کہ ہمگان بگریستند (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۶۶ چاپ بمبئی)

ترجمہ: مسلمؑ کے ایک جوان فرزند تھا اس نے جب باپ کو قتل ہوتے دیکھا تو شیر کی طرح جھپٹ کر میدان کا رخ کیا، امامؑ نے چاہا کہ اس کو دلی ارادے سے روک دیں اور فرمایا اے جوان تیرا باپ شہید ہوا اگر تو بھی قتل ہو گیا تو اس جنگل میں تیری ماں کیا کرے گی۔ پسر مسلم نے چاہا کہ پلٹ جائے۔ ماں نے دوڑ کر راہ میں ٹوکا اور کہا اے بیٹا اگر فرزند پیغمبرؐ کی نصرت سے جان بچائی تو میں تجھ سے ہرگز راضی نہ ہوں گی۔ پسر مسلم نے باگ اٹھا کر میدان کی راہ لی اور دشمن پر حملہ کیا۔ حالت یہ تھی کہ بیٹا لڑ رہا تھا اور پیچھے پیچھے یہ کہہ کر ماں دل بڑھا رہی تھی کہ اے فرزند خوش ہو کہ عنقریب ساقیؑ کوثر کے ہاتھ سے سیراب ہو گا۔ ماں کی رضا کا احساس کر کے وہ اور زیادہ جوش سے حملہ کرتا تھا یہاں تک کہ ۳۰ دشمنوں کو قتل کر کے خود کام آگیا اور کوفیوں نے سر کاٹ کر ماں کی طرف پھینکا اور ضعیف ماں نے کٹا ہوا سر اٹھا کر بوسہ لیا اور اس درد سے روئی

کر دیکھنے والے رو دیے۔

سپہر کاشانی کا یہ بیان تو روضۃ الصفا سے ماخوذ ہے اب رہا اس سے پہلے کا ثبوت وہ درج ذیل ہے۔ اگرچہ ہر دو عبارت میں تغیر لیسیر ہے لیکن اس کا درج کرنا بھی خالی از فائدہ نہیں حسین ابن علی واعظ کاشفی بیہقی سبزواری المتوفی سنہ ۹۱۰ ہجری رقمطراز ہیں۔ نور الائمہ آوردہ کہ پسر مسلم بن عوسجہ بعد از قتل پدر گریہ کناں روئے میدان آورد کہ شاہزادہ حسینؑ فرمود اے جوان باز گرد کہ پدرت کشتہ شد اگر تو ہم قتل رسی مادرت ضائع ماند پسر خواست کہ برگردد مادرت فریاد کناں گفت اے پسر اگر ازیں حرب بر کردی شیرے کہ از پستان من خوردہ ترا حلال نہ گردانم و ہرگز از تو خوشنود نشوم پسر روئے بمعرکہ آورد مادرش از عقب در رسید او را بر جان فدا کردن دل میداد می گفت اے جان مادر از تشنگی نہ ترسی کہ ہمیں ساعت از دست ساقی کوثر سیراب خواہی شد جوان مردانہ وار بحرب در آمد ہشت تن را بے سر ساخت آخر از پائے در افتاد سرش بریدہ پیش مادرش انداختند آں دل سوختہ سر پسر بر داشتہ آفریں گویاں دو می نگریست و زاری می کرد و ہر کہ آں حال مشاہدہ می نمود زار زار می گریست۔

روضۃ الاحباب کی عبارت اور نور الائمہ کے اقتباس میں تھوڑا ہی فرق ہے مثلاً یتیم مسلم جب میدان پہنچا تو آبدیدہ تھا۔ باپ کے مرنے کا اولاد پر بھی اثر ہو سکتا ہے کہ وہ اشکبار ہو۔ بیوہ مسلم نے امامؑ کو مانع دیکھ کر یہ کہا کہ اگر اس نے جان قربان نہ کی تو میں دودھ نہ بخشوں گی ۔ ۱۱ سالہ جوان بخت و جواں سال کے ہاتھ سے ۸ شخص قتل ہوئے اس اختلاف سے واضح ہوتا ہے کہ جمال الدین شیرازی کا ماخذ روضۃ الشہدا نہیں ہے۔

(نوٹ) ملا حسین یزدی علیہ الرحمہ نے بھی فرزند مسلم کا حال نور الائمہ سے نقل کیا ہے، ان کی تحریر میں یہ اضافہ ہے کہ اس کا سن یارہ سال کا تھا اور امام کے روکنے پر اس نے جوش جنگ میں جواب دیا تھا۔ ان امی قد البستنی لباس الحرب و قلدتنی بالسیف ص ۶۵ انوار الشہادۃ۔ میری ماں نے مجھے لڑائی کی پوشاک پہنا کر اور تلوار حمائل کر کے بھیجا ہے

بیوہ عورت کا جذبۂ محبت:۔ مسلم بن عوسجہؓ کے وقت قتل تک تو فوج دشمن کا یہ حال تھا کہ بیوہ کے بین پر مظاہرۂ مسرت ہوا لیکن جب بیٹے کی لاش پر ماں کی حیثیت سے بین کیے تو دشمن رو دیئے۔ یہ گریہ غالباً شبث بن ربعی کے انتباہ کی وجہ سے تھا۔ آخر کہاں تک حق پست ہوتا ہے۔ صداقت کبھی سامنے آ ہی گی۔ اور دشمن سنگ دل سہی مگر مظلومیت کا اثر ہو کر رہے گا درحقیقت بیوۂ مسلم کی یہ قربانی بہت زیادہ عظمت رکھتی ہے۔ جو وقت ایک بیوہ کے لئے رونے کا تھا وہ اس مومنہ نے اپنے فرزند کو آلات حرب سے آراستہ کرنے میں صرف کیا اور جب اس کے خزانے میں اولاد کی دولت بھی نہ رہی اس وقت اپنے فرض کو ادا سمجھی۔ انصار کی عورتوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی اسیری قید خانہ شام تک باقی رہی یا ابن زیاد لعین کا حکم حاصل کرنے پر ان کو رہا کر دیا گیا۔ راہ شام کے حال میں صرف ایک نفی "۲۰ ناقوں کا ہونا" ہمارے سامنے ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ اسیری میں پورا قافلہ ساتھ تھا۔ حرم رسولؐ کی یہ تعداد نہیں کہ ۲۰ ناقوں پر سوار ہوں ایک ناقے پر کئی کئی خواتین سوار ہوتی ہیں۔ اور مقتضائے وفا بھی یہ ہے کہ مقتول حسینؑ میں پسماندگان مکمل ساتھ دیں۔ واقعات کا فقدان ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ بیوۂ مسلم کی تقسیم ایام ڈھونے کے بعد کیونکر بسر ہوئی لیکن عقل کا فیصلہ ہے کہ جس کے سر سے شوہر کا سایہ اٹھ جائے اور جو

اولاد کو بھی قربان کر دے وہ بے نام و نشان ہو کر اپنی عمر کاٹ سکتی ہے۔

غم مسلم میں عربی شاعر کا مرثیہ:۔ کمیت دربار صادقؑ کے مرثیہ گو تھے اور امام جعفر صادقؑ اور امام محمد باقرؑ نے ان کے اشعار پر اصلاح دی تھی انھوں نے شہدائے کربلاؑ کے مرثیے میں مسلم بن عوسجہؓ کا تذکرہ کنیت کے ساتھ ان لفظوں میں کیا ہے:۔

وان ابا حجل قتیل محجل یعنی ابو حجل مسلم بن عوسجہؓ بھی مقتول تھے جو زمین کربلا پر غلطاں پڑے تھے۔

نصرت امامؑ کا بہترین پھل:۔ انصار کی سرفروشی اور ان کے حسن عمل کی جزا قتل سے پہلے ہی ان حضرات کے سامنے آچکی تھی اور جب حسین علیہ السلام سردار جوانان جنت نے اس پر خلوص مجمع کو اپنے اعجاز سے نماز ظہر کے بعد نظروں سے بہشت دکھا بھی دیا تھا یہ سوال باقی نہیں رہتا کہ انصار امام کے بہشت میں کیا حقوق تھے لیکن جب حبیب بن مظاہرؓ ایسے فقیہ کا امام وقت کے سامنے مسلمؓ کو بشارت بہشت دینا ثابت کرتا ہے کہ ان کی منزل اصحاب رسولؐ سے بلند تھی پیغمبر خداؐ جب اپنے صحابی خاص عثمان بن مظعونؓ کے جنازے سے گزر رہے تھے تو ایک عورت نے پکار کر کہا اے ابو صائب بہشت مبارک ہو، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ کیونکر معلوم ہوا وہ اہل بہشت ہیں۔ تجھے چاہیئے کہ صرف اتنا کہے کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں (حیات القلوب جلد دوم باب پنجاہ و ششم ص۶۷ (نو لکشور)

عثمان بن مظعونؓ یقیناً اہل بہشت سے مگر ان کے بالین پر ان کے بہشتی کہنے کی اجازت رسولؐ کی طرف سے نہ تھی صرف اس لیے کہ عوام صحابیت کو نتیجہ بہشت نہ سمجھ لیں اور فرزند رسولؐ حبیب بن مظاہرؓ کی زبانی مسلمؓ کو بشارت جنت پر

راضی رہتے ہیں یہ مسلمؑ کی وہ صفت ہے جو صحابی رسولؐ میں نہیں تھی

مسلمؑ کی مرنے کے بعد بیداری مرنے کے بعد انسان کس عالم میں ہوتا ہے۔ اس کو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے خطبہ برزخیہ نے واضح کیا ہے۔ ہمسایہ[1] تو ہیں لیکن ایک دوسرے سے کچھ بھی محبت نہ رہی اور آپس میں دوست تو ہیں جگہ کسی کی ملاقات کو جا نہیں سکتے۔ محبت کا رشتہ بوسیدہ ہو کر ٹوٹنے کے قریب ہے اور سب سبب دوستی اور بھائی چارے کے کٹ گئے۔

میت مجبور ہے لیکن شہدائے راہِ خدا اب بھی آزاد ہیں اور سرکار حسینی میں وعدہ کرتے ہیں کہ میں آپ کے بہشت میں پہنچنے کی اطلاع رسول خداؐ کو کرتا ہوں۔ یہ چھوٹی سردار زنان عالم جناب معصومہ صلوات اللہ و سلامہ اللہ علیہا ہی تھیں کہ انہوں نے بعد وفات ان ظلموں کی رسولؐ سے شکایت کا وعدہ کیا جو امت کے ہاتھ سے پہنچے تھے۔ جیسا کہ حضرت امیرؑ کے اس کلام میں جو وقت دفنِ جنابِ فاطمہؑ پیغمبرؐ سے خطاب کر کے فرمایا تھا "آپ کی امانت حاضر ہے[1] اور وہ یادگار آپ کی عنقریب آپ کو امت کے مظالم سے خبر دے گی۔

عمر شریف:۔ گذشتہ صفحات میں کئی جگہ مسلم بن عوسجہؓ کے سن و سال کا تذکرہ ہو چکا ہے اور ہم دیانت کے ساتھ اہل تحقیق کے اقوال درج

---

[1] جیران لایتا فسون و احباء لایتزاورون بلیت بلینھم عری التعارف وانقطعت منھم اسباب الاخاء[1] لقد استرجعت الودیعۃ واخذت الرھینۃ و ستنبئک ابنتک بتضافر امتک علی ھضمھا" نہج البلاغۃ"

کرتے رہے حتیٰ کہ عنان سخن یہاں تک پہنچی اور اب واقعات پر گہری نظریں ڈالنے کے بعد یہی واضح ہوتا ہے کہ وہ مرد پیر بقے اور مؤلف آئینہ تصوف کی تحریر اور ۶۰ھ ہجری کی ولادت قابل نظر ہے۔ اس سنہ ہجری کو صحیح سمجھا جائے تو وہ حضرت سید الشہداء سے ہم عمر ٹھہرتے ہیں اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ان کو بھائی کہنا محاورۂ عرب کے خلاف ہوگا جو بیٹے سے بھی کم سن ہو اس کو باپ اپنا بھائی نہیں کہے گا بلکہ "بیٹا" سمجھے گا۔ واللہ العلیم بحقیقۃ الحال۔

امام عصرؑ کی زبان سے مسلم بن عوسجہ کی یاد زیارت ہفتہ دو دو تین رجب کو علماء شیعہ بلا اختلاف ہر عہد میں نقل کرتے چلے آئے ہیں، میں ہے

السلام علی مسلم بن عوسجۃ الاسدی القائل للحسین وقد اذن له فی الانصراف انحن نخلی عنک وبم نعتذر عند اللہ من اداء حقک لا واللہ حتی اکسر فی صدورھم رمحی ھذا واضربھم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی ولا افارقک ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ ولم افارقک حتی اموت معک وکنت اول من شری نفسہ واول شہید من شہداء اللہ وقضی نحبہ ففزت ورب الکعبۃ شکر اللہ استقدامک ومواساتک امامک اذ مشی الیک وانت صریع فقال یرحمک اللہ یا مسلم بن عوسجۃ وقرء فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا لعن اللہ المشترکین فی قتلک عبد اللہ الضبابی وعبد اللہ بن خشکارۃ الجبلی ومسلم بن عبد اللہ الضبابی۔ ناسخ التواریخ ص۳۱۳۔ سلام ہو مسلم بن عوسجہ اسدیؓ پر جنہوں نے خدمت حسینؑ میں جبکہ ان حضرتؑ نے ساتھ چھوڑ دینے کے لئے کہا تھا "عرض کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں تو پلٹیں خدا کیا جواب دیں گے اور آپ کے حق کی ادائیگی کیونکر ہوگی نہیں نہیں قسم بخدا میں اپنے اس نیزے کو ان کے سینے میں

توڑ دوں گا اور اپنی تلوار سے اس وقت تک معرکہ کرتا رہوں گا جب تک قبضۂ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے اور آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اگر میرے جسم پر ہتھیار نہ رہیں گے جن کی مدد سے جنگ کروں تو ان دشمنوں پر پتھر پھینکوں گا اور مرتے مرتے آپ کو نہ چھوڑوں گا اور ساتھ ہی آپ کے دم نکلے گا آپ سب سے پہلے شہید تھے شہدائے راہ خدا میں جس نے اپنی جان نثار کی خدائے کعبہ کی قسم آپ کامیاب ہوئے خداوند عالم آپ کے اقدام اور مواسات کی ثنا کرتا ہے آپ کا امام جب آپ کی (نعش کی) طرف چلا اور آپ زمین پر پڑے تھے پس فرمایا اے مسلم بن عوسجہؒ خدا آپ پر رحمت نازل کرے اور (اس آیت کی) تلاوت کی ان میں ایک وہ ہے جو زندگی کے دن پورے کر چکا اور ایک وہ ہے جو موت کے انتظار میں مصروف ہے اور انہوں نے اپنے عزائم نہیں بدلے۔ خدا لعنت کرے ان لوگوں (عبداللہ ضبابی اور عبداللہ بن خشکارہ بجلی اور مسلم بن عبداللہ ضبابی) پر جو آپ کے قتل کرنے میں شریک تھے۔

حضرت علی اکبرؑ اور مسلم بن عوسجہؒ کی مشترکہ صفت یہ وہی زیارت ہے جس میں شہدائے بنی ہاشم کے سلسلے میں حضرت علی اکبرؑ کو پہلا شہید کہا گیا اور معاصرین کو اشتباہ ہوا ہے کہ علی اکبرؑ سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ہم نہ حضرت علی اکبرؑ میں اولیت کے قائل ہیں اور نہ مسلم بن عوسجہؒ کو اصحاب میں پہلا شہید مانتے ہیں اور نہ اس کے پابند ہیں کہ جو سلسلہ زیارت میں منقول ہے وہی سلسلۂ شہداء ہے اگر ایسا ہوتا تو اس زیارت میں سب کے آخر میں عمرو بن عبداللہ جندعیؒ کا نام نہ ہوتا (رفقا کی آخری فرد جس کے بعد بنی ہاشم کی شہادتیں شروع ہوتی ہیں۔ عمرو بن عبداللہؒ نہ تھے۔ کوئی ایک مقتل بھی اس کی تائید نہیں کرتا۔ لہٰذا زیارت ناحیہ کی فہرست کو سلسلے وار سمجھنا صحیح نہیں ہے حضرت علی اکبرؑ اور مسلم بن عوسجہؒ کو زیارت نے جو

اولیت کا امتیاز دیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ شہزادہ علی اکبرؑ اپنے عنوان شہادت و مرکز مصائب ہونے کے لحاظ سے پہلے شخص ہیں جو اس بے دردی سے قتل ہوئے

کیا مسلم بن عوسجہ سپاہ قتیل کے پہلے شہید ہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام شہداء بنی ہاشم و غیر بنی ہاشم میں حضرت حضرت علی اکبرؑ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے بکھر دیا گیا تھا اور جو خصوصیت ان کے لیے متقاتل میں وارد ہے وہ کسی شہید کے لیے نہیں ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ان کے عنوانِ قتل نے کہلوایا۔ السلام علیک یا اوّل قتیل من نسل ابراہیم الخلیل اور مسلم بن عوسجہؒ کو ممکن ہے پہلا قتیل اس لیے کہا گیا ہو کہ واقعہ کربلا میں مسلمؒ پہلے شخص ہیں جن سے فخر کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ نے اپنے عہد میں اخوت کی تھی۔ شہزادہ علی اکبرؑ عنوان قتل میں سابق اور مسلم بن عوسجہؒ خصوصیات ذاتی میں سابق نیز کہ بنی ہاشم میں علی اکبرؑ کے پہلے کوئی شہید نہیں ہوا اور مسلمؒ سے قبل رفقا میں کوئی کام نہ آیا ہو۔ اس تاویل کے شاہد فریقین کے وہ روایات ہیں جس میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کو پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا انت اول من امن بی" تم پہلے شخص ہو جو مجھ پر ایمان لائے اس اولیت نے جناب خدیجۃ الکبریٰؓ کی سابقہ کو ختم نہیں کر دیا بلکہ حضرت علیؑ کی اولیت خدیجہؓ کے بعد طبقہ رجال میں ہے اور خدیجہؓ کی اولیت اپنی جگہ صحیح ہے۔

تعلیمات:۔ سیرت مسلم بن عوسجہؒ کے تعلیمات قابل ملاحظہ ہیں (۱) حفظِ قرآن میں سعی کرنا ایک مسلمان کا عمدہ ترین مقصد ہونا چاہیے اور وہ کلام خدا یاد کر کے ذمہ دار اشخاص اہل علم کو سنا بھی دے (۲) تمام اہل ایمان آپس

۱؎ فقطعوه یا سبا فهم اربا اربا

میں بھائی بھائی ہیں اور عمومی رشتہ کو صیغۂ اخوت پڑھ کر باضابطہ کر دینا بھی ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ (۳) انسان میں قوتِ عمل ایسی ہونا چاہیئے کہ بڑھاپے کا عذر نہ کیا اور ضعف پیری میں نصرت کی۔ مسلم حسینؑ کے صحابی تھے صحابی رسولؐ انسؓ اور زید بن ارقمؓ کی طرح نہ تھے۔ جو سہو و نسیان اور ضعف پیری کا حدیث غدیر کی شہادت میں عذر کرتے (۴) ان کی "تدبیر منزل" میں "قدر جمیل" تھی کہ زوجہ کو لیے ہوئے آئے اور اس کے ارادوں میں سدِ راہ نہ ہوئے۔ (۵) امتحان میں عیالدار ہونے کے بعد سختی بڑھ جاتی ہے اور عورتوں کو سفر میں ساتھ رکھنے سے نہ ڈرے (۶) آذربائیجان کی جنگی مدد میں اپنی نصرت سے نام و نمود نہ چاہا اور اسلام کو اس طرح مدد پہنچائی جیسی وقت پڑنے پر حضرت امیرؑ حکام جور کو علمی مدد پہنچاتے تھے (۷) حاکم جور کے معزول کرنے پر صبر کیا اور شکایت نہ کی (۸) ہو سکتا تھا کہ اولاد کے لیے وصیت کرتے مگر وصیت میں بھی نصرت امامؑ کا جذبہ تازہ کیا (۹) عیال کو خدا پر چھوڑا اور اس کے مستقبل کے خیال میں نہیں الجھے (۱۰) مرتے وقت محبت حسینؑ کے سوا دل میں اولاد و عیال کی محبت بھی نہ تھی (۱۱) مسلمؒ قاری قرآن تھے تو ان کا آخری قول و فعل قرآن پر عمل ہوا (۱۲) بغیر وصیت ان کی روح جسم سے جدا نہیں ہوئی اور شارع علیہ السلام کے آخری حکم کو بھی پورا کیا۔

وصیت میں مسلمؒ کا عمل بالقرآن:۔ مرنے والے کے لئے وصیت اس کا آخری کام ہے جس کے بعد وہ دنیا چھوڑ دیتا ہے۔ احادیث میں وصیت کی تاکید ہے اور قرآن حکیم نے سورہ عصر میں کامیاب انسانوں کا یہ معیار مقرر کیا ہے "والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت

۱؎ ارجح المطالب از ابن مردویہ ص۶۶ و ص۶۶۱ باب۲ بحث غدیر

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر قسم ہے وقت عصر کی بیشک انسان خسارہ میں ہی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کئے اور باہم حق کے ساتھ وصیت کی اور صبر کے ساتھ بھی آپس میں وصیت کی مسلم بن عوسجہؓ کا نصرت حسینؑ کے لئے وصیت کرنا اس آیت کی بہترین تعمیل ہے وہ اگر اپنی اولاد کے لئے وصیت کرتے تو توکل کے خلاف تھا۔ اس وصیت کی دوسری تائید آیہ قرآن تعاونوا علی البرّ والتقوی سے ہوتی ہے۔ جہاد بہترین نیکی اور پرہیزگاری ہے جس کی مسلم وصیت کر رہے ہیں۔ اب حبیب بن مظاہرؓ پر جہاد کا بار دو طرح پڑتا ہے ایک تو کربلا کا جہاد واجب ہی تھا دوسرے وصیت قبول کرنے پر وجوب کا تعلق ہوا۔ مجموعہ دراہم میں یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک زاہد عالم احتضار میں تھا لوگوں نے اس سے کہا الا توصی بابنتک وعیالک تم کچھ وصیت اپنے بی بی بچوں کے لئے نہیں کرتے فقال انی لاستحیی من اللہ ان اوصی الی غیرہ اس زاہد نے جواب دیا کہ میں حیا کرتا ہوں۔ اس بات سے مجھے شرم آتی ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی سے اپنے فرزند و عیال کے بارے میں وصیت کروں مسلم بن عوسجہؓ کی وصیت ان کے امام کے بارے میں تھی اور اس کو ذاتیات سے کوئی تعلق نہ تھا۔

مسلم بن عوسجہؓ شہدائے بدر و احد کے قدم بقدم تھے۔ گذشتہ بیان میں کہ امام حسینؑ نے مسلمؓ کے سرہانے پہنچ کر ایک قرآنی آیت با کمال حزن و اندوہ تلاوت فرمائی وہ آیہ مبارکہ یہ ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدو اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۱۹۔

ایمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے جو عہد کیا تھا اسے

پورا کر دکھایا بعض وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی۔

مظلوم کربلا سے بہتر علوم قرآن کا ماہر کون ہو سکتا تھا۔ مدینۂ علم کی آغوش لعاب دہن نبوی سے جس کی تربیت ہوئی وہ اپنے اطمینان قلب کا مظاہرہ کر رہا ہے اور وہ آیت پڑھی جاتی ہے جس میں صدر کلام حضرت حمزہؓ اور عبیدہؓ کا ذکر اور آخر میں حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا تذکرہ ہے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منبر کوفہ پر[1] دریافت کی گئی آپ نے فرمایا یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہؓ اور میرے چچا زاد بھائی عبیدہؓ پسر حارث فرزند عبد المطلبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ فاما عبیدۃ فقضی نحبہ شہیدا یوم بدر و حمزۃ قضی نحبہ شہیدا یوم احد و اما انا فا نتظر اشقاھا یخضب ھذا من ھذہ (روائح القرآن) ص ۳۷۔

عبیدہؓ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور حمزہؓ احد کے دن شہید ہوئے اب رہا میں تو شقی ترین مردم کا انتظار کر رہا ہوں۔ جس کے ہاتھ سے یہ ریش سفید اس (سر کے خون) سے رنگ جائے گی۔

آیت سے حمزہؓ اور عبیدہؓ کی مدح ثابت ہوتی ہے کہ وہ نصرت اور سرفروشی کی منزل پر بھی (مرد) تھے اور خدا سے انہوں نے اپنی راہ میں شہادت کا جو عہد لیا تھا اس کو سچ کر دکھایا اور پیغمبر خدا کے ساتھ جنگ میں ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ موت کی نیند سو گئے۔ اور آخر میں شہادت کا انتظار کرنے والا ان سے مرتبہ میں بڑھا ہوا ہے۔

---

[1] فصول مہمہ و صواعق محرقہ

سید الشہدا ارواحی فداہ کے اس عمل سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصحاب باوفا کو شہدائے بدر و احد کے دوش بدوش سمجھتے تھے۔ع۹

باب المراثی

مرزا فصیح علیہ الرحمۃ المتوفی ۱۱۳۰ھ

اکاشی خیر دشت کربلا میں کام آئے ہیں — زیارت میں امام عصرؑ انکے نام لاتے ہیں
حبیبؓ بن مظاہرؓ مسلمؓ بن عوسجہؓ جندب — سعیدؓ و سعد و حجاج ابن زیدؓ مالکؓ و تعنب

میر انیسؔ المتوفی ۱۲۹۱ھ

میدان میں مسلمؓ پسر عوسجہ آیا — تلوار جو کھینچی تو ہزاروں کو بھگایا
جس دم وہ گرا فضہؓ نے بڑا رنج اٹھایا — چھاتی سے کئی مرتبہ زخمی کو لگایا

لاشے سے گلے مل کے جدا ہوتے تھے قنبرؑ
عورات میں غل ہوتا تھا جب روتے تھے شبیرؑ

میر مونسؔ المتوفی ۱۲۹۲ھ

مسعود کی وہ سج وہ بن عوسجہ کی شان
آنکھیں لگی تھیں در سے کہ نکلے کا کب نشان

ع۹ مرقومہ بالا آیت حسب ذیل کتب فریقین میں ان آیات میں پائی جاتی ہیں جو شان اہل بیت میں نازل ہوتی ہیں ملاحظہ ہو (۱) الصافی ص۳۶۱ (۲) صواعق محرقہ ص۸۹ (۳) ینابیع المودۃ ص۹۶ (۴) تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی (۵) مناقب اخطب خوارزم ص۱۸۸ طبع عراق المتوفی ۵۶۸ھ (۶) مناقب المرتضیٰ شاہ علی حیدر قلندر کاکوروی ص۱۳ (۷) ارجح المطالب ص۵

عشقؔ المتوفی ۱۳۰۳ھ

تھے ابن عوسجہؑ جو رفیقِ شہِ ہدیٰ — بولے وہ آکے جوش میں روحی لک الفدا
معشوقِ سبز رنگ سے اس دشت کی گیا — ڈرتے نہیں بلا سے جنہیں حق کی ہے ولا
لیٹے ابھی سے ہو گئے جنت کے باغ میں
ہے نکہتِ عروسِ شہادت دماغ میں

تعشقؔ

شہ نے کہا پکار کے لاشوں سے ایک بار — آ اے حبیب ابن مظاہرؑ وفا شعار
اے ابن عوسجہؑ ہے اکیلا یہ دل فگار — وہب و ابو ثمامہ و سعدِ خجستہ کار
کچھ تو جواب دو خلفِ بوتراب کو
کیوں اے ہلال تم نے بھی چھوڑا رکاب کو

فراستؔ زید پوری

تلمیذ حضرت اوجؔ مرحوم

مسلم ابن عوسجہؑ ایسے تھے باوقار — علم و عمل پہ شرعِ نبیؐ کو تھا افتخار
تھا عالمانِ مذہبِ اسلام میں شمار — تعلیم سے علیؑ کی بڑھا ان کا اقتدار
بھائی جنابِ شبر خداؑ ان کو کہتے تھے
اس رشتے سے حسینؑ چچا انکو کہتے تھے

عزیزؔ لکھنوی

یہ سن یہ بن عوسجہؑ کی ہمتِ عالی
وہ دبدبہ وہ شان وہ آثارِ جلالی

سالک مسلک اوجؔ و دبیر جناب خبیر لکھنوی

کیا مسلم ابن عوسجہؓ کی آن بان تھی — تیور بتا رہے تھے کہ ہمت جوان تھی
بھائی بنایا نفسِ نبیؐ نے یہ شان تھی — دل محوِ حق تھا صرف تلاوت زبان تھی

آل جناب محمدؐ صادق کے ساتھ تھے
قرآن تھا حفظ مصحف ناطق کے ساتھ تھے

از مولوی سید ظفر حسین عرف وزن صاحب ظفر الرضوی

نبیرۂ جناب مفتی صاحب قبلہ

حافظ قرآن صاحب مسلم ابن عوسجہؓ — حامی دین نبیؐ شہید لائے آل مصطفےٰؐ
اے ظفر حامل تھے مسلمؓ بے شمار اوصاف کے — متقی و عالم و عابد شہید نینوا

اس کتاب میں آداب تلاوت قرآن کے سلسلے میں جن آیات کا تذکرہ ہوا ہے اس کی طرف ممدوح نے توجہ دلائی ہے اجرہم علی اللہ

ان کتابوں کی فہرست جو اس کتاب کا ماخذ ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	فن	نام مولف	زبان	مذہب مولف	سن وفات مولف	سن طبع کتاب
۱	آئینۂ تصوف	تصوف	شاہ محمد حسن صابری چشتی	اردو	صوفی	—	۱۳۱۱ھ
۲	ابصار العین	مقتل	شیخ محمد طاہر سماوی	عربی	شیعہ	—	۱۳۴۱ھ
۳	انوار الشہادت	وعظ	ملا حسن یزدی	فارسی	شیعہ	۱۲۸۷ھ تک زندہ تھے	—
۴	تاریخ الامم والملوک	تاریخ	ابو جریر طبری	فارسی	اہل سنت	۳۱۰ھ	—
۵	تاریخ الکامل	تاریخ	ابو الحسن علی بن اثیر جذری	فارسی	اہل سنت	۶۳۰ھ	—
۶	تنقیح المقال	رجال	شیخ عبداللہ مامقانی	عربی	شیعہ	—	طبع نجف ۱۳۵۲ھ
۷	جلاء العیون	تاریخ	علامہ محمد باقر مجلسی	فارسی	شیعہ	۱۱۱۱ھ	—
۸	حیات القلوب جلد ۲	تاریخ	علامہ محمد باقر مجلسی	فارسی	شیعہ	۱۱۱۱ھ	—
۹	خصال	حدیث	ابن بابویہ قمی	عربی	شیعہ	۳۸۱ھ	—
۱۰	روضۃ الشہداء	تاریخ	ملا حسین واعظ کاشفی	فارسی	اہل سنت	۹۱۰ھ	—
۱۱	ریاض السالکین	وعظ	علی صدر الدین مدنی	عربی	شیعہ	—	—
۱۲	روائح القرآن	کلام	مفتی سید محمد عباس شوستری	عربی	شیعہ	۱۳۰۶ھ	—
۱۳	عیون اخبار رضا	حدیث	ابن بابویہ قمی	عربی	شیعہ	۳۸۱ھ	—
۱۴	غرر الحکم	ادب	عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد آمدی تمیمی	عربی	شیعہ	—	بمبئی ۱۲۸۶ھ
۱۵	الفاروق	تاریخ	شبلی نعمانی	اردو	اہل سنت	۱۳۳۲ھ	—

نمبر شمار	نام کتاب	فن	نام مؤلف	زبان	مذہب مؤلف	سن وفات مؤلف	سنہ طبع کتاب
۱۶	فتوحات بہنسا	تاریخ	شیخ محمد بن محمد معز مصری	عربی	اہل سنت	—	بمبئی ۱۲۸۶ھ
۱۷	لہوف	مقتل	علامہ سید علی بن طاؤس رح	عربی	شیعہ	۶۶۴ھ	—
۱۸	مجمع البحرین	لغت	فخر الدین بن طریح نجفی	عربی	شیعہ	۱۰۸۵ھ	—
۱۹	مخزن البکاء فی مصیبۃ سید الشہداء	مقتل	حاج ملا صالح برغانی	فارسی	شیعہ	—	۱۳۰۲ھ طبع ایران
۲۰	مفاتیح الجنان	دعا	عباس بن محمد رضا قمی	فارسی	شیعہ	۱۳۵۹ھ	—
۲۱	مقتل ابی مخنف	مقتل	لوط بن یحییٰ ازدی	عربی	—	۱۵۷ھ	—
۲۲	مجموعہ ورام	وعظ	ورام بن ابی فراس	عربی	شیعہ	حدود ۶۰۰ھ	—
۲۳	ناسخ التواریخ جلد ۶	تاریخ	مرزا محمد تقی سپہر کاشانی	فارسی	شیعہ	—	۱۳۰۹ھ طبع بمبئی
۲۴	نہج البلاغہ	ادب	علامہ سید رضی علیہ الرحمہ (جامع)	عربی	شیعہ	۴۵۶ھ	—
۲۵	بحر المصائب	وعظ	مولوی امداد علی کیرانوی	اردو	شیعہ	۱۲۹۰ھ	—
۲۶	البلد الامین	دعا	شیخ ابراہیم کفعمی	عربی	شیعہ	۹۵۰ھ	—
۲۷	کربلا نامہ	مثنوی	منشی اسیر مرحوم	فارسی	شیعہ	۱۲۹۹ھ	—

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا صاحب العصر والزمانؑ المدد

قسم خدا کی بڑا نیک کام کرتے ہیں
غمِ حسینؑ کا جو اہتمام کرتے ہیں

نامِ کتاب

حسینؑ حسینؑ

مرتبہ و مؤلفہ

محمد وصی خاں

شخصیتِ امام عالیمقام پر حیرت انگیز معلوماتی تحقیقی بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے، ہزاروں سال کی محنت، ہزاروں سال کا نچوڑ اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل کیا ہوا مواد

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

تاریخ کی مناسبت سے سلسلہ وار مجالس
سوز، سلام اور مرثیوں کی بیاض

بیاض تسکین زینب سلام اللہ علیہا

مرتبہ: محمد وصی خان

رباعی، سوز، سلام اور مرثیوں سے ترتیب دی ہوئی تاریخ کی مناسبت سے کامیاب مجالس کا مجموعہ جسکو پہلی بار یکجا کیا گیا ہے۔

ہندوستان و پاکستان کے نامور سوز خوان
حضرات کے بستوں کا یہ نچوڑ
سوگوار بہنوں کے لئے نایاب تحفہ

ناشر: رحمت اللہ بک ایجنسی
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰ - فون ۲۴۳۱۵۷۷